عمران سیریز 91 ابنِ صفی

بیچارہ شہ زور



عمران سیریز نمبر 91

بیچارہ شہ زور

(تیسرا حصہ)

پیشرس

"بیچارہ شہزور" حاضر ہے! اس کہانی کے سلسلے میں بے شمار تجاویز موصول ہوئی تھیں۔ کسی نے لکھا تھا علامہ مظلوم ہے اس لئے مصنف کا فرض ہے کہ اُسے کسی غیر ملک کی طرف فرار ہو جانے میں مدد دے۔ کوئی رقم طراز ہے کہ ایسے کسی موضوع پر قلم ہی اٹھانے کی کیا ضرورت تھی... غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ سوال یہ ہے کہ میں اس موضوع پر قلم کیوں نہ اٹھاتا۔

عالم بالا سے پلاٹ نہیں ٹپکتے اسی زمین پر جنم لیتے ہیں اور زمین پر جو کچھ ہوتا ہے اُسی سے متعلق لکھوں گا۔ کسی جاگیر دار کے مظالم کی داستان سن کر یہ پلاٹ ترتیب دیا تھا... اس قسم کے مظالم کا انجام کیا ہو سکتا ہے۔ علامہ دہشت اُس کی ایک ممکنہ صورت ہے۔ ہر چند کہ جاگیر دار کے جرم اور قانون کے محافظوں کی چشم پوشی نے اُسے ایک بہت بڑا مجرم بنا دیا تھا۔ لیکن قانون بہر حال اپنی جگہ پر اٹل ہے! ... مجرم کو سزا ضرور ملے گی خواہ دوسروں کے لئے وہ کتنا ہی قابل رحم کیوں نہ ہو...! فلمی انداز میں نہ سوچئے کہ "جج صاحب! یہ مجرم نہیں ہے بلکہ وہ معاشرہ مجرم ہے جس میں اس نے جنم لیا ہے...!"

بیچارے فلمی جج صاحب کو توفیق نہیں ہوتی کہ وہ وکیل صاحب سے پوچھیں "کیا یہ معاشرہ آسمان سے ٹپکا ہے۔"

تو میرے بھائی! آخر ہم جذبۂ انتقام کی تہذیب کیوں نہیں کرتے۔ ہم ایک ایسا معاشرہ کیوں نہیں تشکیل دیتے جس میں مجرم خانوں کے لئے کوئی گنجائش نہ ہو! آخر فلمی قسم کے ہوائی قلعے کب تک.. بیچارے علامہ کا فرار ہوائی قلعے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا.. اور نہ فلمی قسم کے ڈائیلاگ "جاگیردار" کے مظالم سے نجات دلا سکتے ہیں۔

کہانی کے اختتام پر ہنسنے ہنسانے کا موڈ ختم ہو چکا ہے کیونکہ علامہ کے انجام پر میں بھی دکھی ہوں، آپ بھی اگر پیشرس پڑھ کر مسکرا نہیں سکے تو کہانی ختم کرنے کے بعد آپ کو اس پر افسوس نہیں ہوگا۔ مجھے یقین ہے۔!

احمد پور شرقیہ سے ایک بھتیجے نے کسی اخبار کا تراشہ بھیجا ہے جس میں "لمحہ بہ لمحہ" کے نام سے فریدی اور حمید کی پیروڈی کی گئی ہے! انہوں نے پوچھا ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ اسے خاکہ اڑانا کہتے ہیں بھتیجے! لیکن مجھے افسوس ہے کہ پیروڈی لکھنے والے میں پھکڑپن بھی پیدا ہو گیا ہے۔ انہیں چاہئے کہ پیروڈی لکھنے کے لئے اردو میں شفیق الرحمان اور انگریزی میں اسٹیفن لیکاک کو پڑھیں۔ (اپنی لکھی ہوئی پیروڈیز کی بھی سفارش کر سکتا ہوں) انشاء اللہ انہیں پیروڈی لکھنے کا سلیقہ ہو جائے گا۔"

ابن صفی

۲۵/اپریل ۱۹۷۶ء



شائد قصبہ جھریام کی تاریخ میں پہلا واقعہ تھا کہ کسی سفید فام خاتون نے اُس کی حدود میں قدم رکھا تھا۔ جولیا نافٹنر واٹر جدھر سے بھی گذرتی تماشہ بن جاتی.... ہر چند کہ فرحانہ جاوید اُسے پسند نہیں کرتی تھی۔ لیکن میاں توقیر محمد کے مشورے کے مطابق اس نے اپنی ایک طالبہ جولیا کے حوالے کر دی تھی تاکہ وہ اُس کے لئے مترجم کے فرائض انجام دیتی رہے۔ اس لڑکی کا نام سائرہ تھا۔ شوخ و چنچل اور اسمارٹ تھی۔ زبان رُکنے کا نام نہیں لیتی تھی۔

دونوں ناشتہ کر کے نکل جاتیں اور لنچ کے وقت تک مقامی عورتوں سے گفتگو کرتی پھرتیں۔ میاں توقیر محمد کی مہمان ہونے کی وجہ سے قصبے کے انتہائی قدامت پسند گھرانوں میں بھی اُن کا گذر ہو گیا تھا۔ ورنہ یہاں تو ایسے افراد بھی موجود تھے جو بے پردہ خواتین سے اپنی خواتین کا پردہ کراتے تھے۔ قصبے کی مکین عورتوں سے بھی اُن کا پردہ تھا۔

بہر حال! میاں توقیر محمد کے مہمانوں کو اپنا کام جاری رکھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔

پچھلے دنوں فرحانہ جاوید تھکن کا بہانہ کر کے حویلی سے باہر نہیں نکلی تھی۔ میاں صاحب کو تو اُس نے یہ بتایا تھا کہ اُسے کسی قدر بخار رہنے لگا ہے۔ لیکن طبی امداد لینے پر آمادہ نہیں ہوئی تھی۔

"نہیں جناب! میں اپنا علاج خود ہی کر لیتی ہوں.... اگر ڈاکٹروں کے چکر میں پڑیئے تو سلسلہ طویل ہو جاتا ہے۔!" اُس نے کہا تھا۔

"مگر یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا۔" میاں صاحب بولے۔

"فکر نہ کیجئے.... بس تھوڑے آرام سے ٹھیک ہو جاؤں گی۔"

"مجھے تو کل سے پریشانی ہے۔!"

"کس بات کی....!"

"یعنی کہ آپ کی صحت۔!"

"آپ تو پورے قصبے کے لئے پریشان رہتے ہیں۔" وہ مسکرائی تھی۔

"وہ.... تو ہے لیکن....!"

"لیکن کیا....!" وہ نیم وا آنکھوں سے انہیں دیکھتی ہوئی بولی۔

"آپ مہمان ہیں نا....!" میاں صاحب گڑبڑا کر جلدی سے بول پڑے۔

فرحانہ نے خاموش ہو کر آنکھیں بند کر لیں وہ ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھی۔ چہرے سے اضمحلال ظاہر ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "کچھ لوگ بڑے بد نصیب ہوتے ہیں۔"

"جی!" میاں صاحب چونک پڑے۔

"جی ہاں۔!" فرحانہ نے آنکھیں کھول دیں اور اُن کی طرف دیکھے بغیر بولی۔

"یہ درست ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کیلئے کوئی پریشان ہونے والا بھی نہیں ہوتا۔"

"مم.... میں نہیں سمجھا۔!"

"کم از کم میرے لئے کوئی پریشان ہونے والا نہیں ہے۔!"

"مجھے بے حد افسوس ہے.... کیا آپ کے خاندان والے....!"

"آپ سے زیادہ بُرے دن دیکھے ہیں میں نے.... آپ کم از کم یہ تو جانتے ہیں کہ آپ کون ہیں۔!"

"اوہ.... مجھے.... افسوس ہے۔!" میاں صاحب کو ان کے علاوہ اور کوئی الفاظ نہ مل سکے۔

"اس کی ضرورت نہیں۔" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "جذبات سے خالی الفاظ سنتے سنتے کان پک گئے ہیں۔!"

"اُوہ" میاں صاحب نروس ہو گئے تھے۔

کچھ دیر خاموشی رہی تھی۔ پھر فرحانہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا تھا "مجھے شرمندگی ہے! میں جذباتی ہو گئی تھی۔ مجھے معاف کر دیجئے! آپ بہت ہمدرد اور نیک آدمی ہیں۔!"

"مجھے شرمندہ نہ کیجئے۔!"

"حقیقت عرض کر رہی ہوں.... نہ جانے کیوں.... آپ کی موجودگی میں۔!" وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گئی۔ میاں صاحب استفہامیہ نظروں سے اُس کی طرف دیکھتے رہے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔!" وہ تھوڑی دیر بعد الجھ کر بولی۔

"بے تکلفی سے کہہ دیجئے....!"

"اس احساس کو الفاظ کا جامہ پہنانے سے قاصر ہوں۔!"

میاں صاحب کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پائے جاتے تھے.... ایسا لگتا تھا جیسے بزبان خاموشی گھگھیا رہے ہوں۔ "تمہیں میری قسم ہے کہہ دو.... جو کچھ کہنا چاہتی ہو۔!"

لیکن فرحانہ نے پھر خاموش ہو کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ میاں صاحب کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب انہیں کیا کہنا چاہئے! کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی تھا۔

بدقت ہکلائے.... "در.... دراصل.... میں یہ سوچ رہا تھا.... کہ شائد میں کچھ مدد کر سکوں.... مطلب یہ کہ آپ کے افراد خانہ کو ڈھونڈنے میں مدد دے سکوں۔"

"افراد خاندان.... ہونہہ.... کیا میں نے ابھی یہ نہیں کہا تھا.... کم از کم آپ یہ تو جانتے ہیں کہ آپ کون ہیں۔!"

"مم.... میں نہیں سمجھا۔!"

"کریم پور کے اُس تباہ کن زلزلے کے بارے میں تو آپ نے سُنا ہی ہوگا جس نے پورے شہر کو کھنڈر بنا دیا تھا۔!"

"جی ہاں! میرے بچپن کی بات ہے۔"

"وہیں.... ایک کھنڈر میں روتی پائی گئی تھی.... یتیم خانے کے ریکارڈ کے مطابق میری عمر دو سال سے زیادہ نہیں تھی.... کوئی نہیں جانتا کہ میرے والدین کون تھے.... اُس کھنڈر کے آس پاس کوئی ایسا فرد نہیں مل سکا تھا جو میری شناخت کر سکتا۔!"

میاں صاحب کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے۔ فرحانہ اُن کیطرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ اُنھوں نے موقع غنیمت جان کر جلدی سے اپنی آنکھیں خشک کیں اور بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ "آپ کے حالات سُن کر گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ آپ کے غم کے سامنے میرا غم تو کچھ بھی نہیں ہے۔!"

فرحانہ مزید کچھ کہنے والی تھی کہ لڑکیوں کے ہنسنے کی آواز آئی۔ شائد وہ سب واپس آگئی تھیں۔ وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ لیکن آنے والیاں صرف جولیانا اور فائزہ تھیں۔

"ہلو۔" جولیا میاں صاحب سے مخاطب ہو کر چہکی۔

وہ اٹھ گئے تھے اور انہوں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اُس کا استقبال کیا تھا۔

"تمہارا کیا حال ہے۔!" جولیا نے فرحانہ سے پوچھا۔

"تھکن اور ہلکا سا ٹمپریچر۔!"

"مجھے تو یہاں کی آب و ہوا بے حد راس آئی ہے۔!" جولیا نے میاں صاحب کی طرف دیکھ کر کہا۔ "جناب! آپ جنت میں رہتے ہیں۔!"

"شکریہ۔"

جولیا وہیں بیٹھ گئی تھی اور سائرہ دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔

"آج کتنا کام کیا آپ نے۔" میاں صاحب نے جولیا سے پوچھا۔

"کام.... بھلا اتنے پیارے لوگوں میں کام ہو سکتا ہے۔ سارا وقت تو باتوں میں گذر جاتا ہے۔ کتنی اچھی عورتیں ہیں۔ کتنی پُر خلوص۔ کاش! میں آپ کی زبان جانتی ہوتی اور اُن سے براہِ راست گفتگو کر سکتی۔!"

"میں تو ابھی تک یہی نہیں سمجھ سکی کہ تم کرنا کیا چاہتی ہو۔!" فرحانہ بولی۔

"میں خود بھی نہیں جانتی کہ میں کیا کرنا چاہتی ہوں۔!"

"کیا بات ہوئی۔"

"آخر میں کیا لکھوں گی، کس طرح لکھوں گی۔!"

"یہ تو پہلے ہی سوچنا چاہئے تھا۔!"

"میں نااہلی کی بات نہیں کر رہی....! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بات کہاں سے شروع کروں.... رہن سہن اور رسم و رواج پر لکھوں.... یا آدمی کی معصومیت کو مرکزی خیال بنا کر کوئی کہانی لکھ ڈالوں۔ میں آدمی کے مستقبل سے مایوس ہو گئی تھی۔ لیکن یہاں کی اُن عورتوں سے مل کر بڑی ڈھارس بندھی ہے۔ جن پر ابھی تک باہر کے نظریات حملہ آور نہیں ہوئے ہیں۔"

فرحانہ نے بُرا سا منہ بنایا تھا لیکن کچھ بولی نہیں تھی۔ میاں صاحب کا چہرہ دمکنے لگا تھا۔ قصبے

ی عورتوں کی تعریف سُن کر..... وہ بھی ایک غیر ملکی عورت کی زبانی جو خود ان کے خیال کے مطابق روشنی سے تاریکی میں چلی آئی تھی۔

"تو آپ کا یہ خیال ہے کہ یہ عورتیں سوجھ بوجھ بھی رکھتی ہیں۔" انہوں نے پُر مسرت لہجے میں سوال کیا۔

"صدیوں کے تجربات کا نچوڑ ہے۔ ان کے پاس! البتہ وہ اُس کا تجزیہ نہیں کر سکتیں۔ ہم تجزیہ کر سکتے ہیں لیکن خود کو اس کی افادیت سے محروم کر چکے ہیں۔"

"آپ بڑی عجیب باتیں کر رہی ہیں۔!"

"آج کے آدمی کے پاس باتوں کے علاوہ اور رہا ہی کیا ہے۔!" فرحانہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" جولیا بولی۔

"لیکن بات تھی آپ کے کچھ لکھنے یا نہ لکھنے کی۔!" میاں صاحب نے کہا۔

"بہت سوچ سمجھ کر قلم اُٹھانا پڑے گا۔!"

"بہر حال آپ لکھیں گی۔!"

"ظاہر ہے۔!"

"اتنی باتیں تو محض باتوں کی خاطر ہوئی تھیں۔!" فرحانہ نے چٹکی لی۔

"مجھے اس سے انکار نہیں ہے مس جاوید۔" جولیانا ہنس کر بولی۔ "میاں توقیر باتیں سنتے ہوئے بہت اچھے لگتے ہیں۔"

میاں توقیر کے کانوں کی لویں سُرخ ہو گئیں اور وہ چھت کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیا آپ خدا سے کچھ پوچھ رہے ہیں۔!" فرحانہ ہنس کر بولی۔

اور میاں صاحب کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ اُس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"میرا خیال ہے کہ اب لنچ کر لینا چاہئے۔!" اُنھوں نے کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ کہا۔

"ابھی دوسری لڑکیاں نہیں آئیں۔!"

"اوہ..... یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔" وہ جلدی سے بولے۔ "لیکن آپ نے ناشتے میں صرف ایک کپ چائے پی تھی۔!"

ذرا ہی دیر میں وہ بھی پہنچ گئی تھیں..... اور لنچ کے لئے میز لگا دی گئی تھی۔

کھانے کے دوران میں صرف لڑکیاں آپس میں گفتگو کرتی رہی تھیں۔ یہ تینوں خاموشی سے کھاتے رہے تھے۔

کھانے کے بعد میاں صاحب فرحانہ کے ساتھ اُسی کمرے میں واپس آگئے جہاں کچھ دیر قبل بیٹھے رہے تھے۔ جولیا اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ وہ جب سے یہاں آئی تھی لنچ کے بعد قیلولے کی عادی ہوگئی تھی۔ پتا نہیں آب و ہوا کا اثر تھا یا اور کوئی وجہ تھی کہ کھانے کے بعد ہی پلکیں نیند سے بوجھل ہونے لگتی تھیں۔

"اب آپ بھی آرام کیجئے۔" میاں صاحب نے فرحانہ سے کہا تھا۔

"یعنی آپ جانا چاہتے ہیں۔!"

"یہ بات نہیں.... میں تو آپ کے آرام....!"

"میری فکر نہ کیجئے۔" وہ بات کاٹ کر بولی۔ "اب میری واپسی کو صرف تین دن رہ گئے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ وقت آپ کے ساتھ گذارنا چاہتی ہوں۔"

میاں صاحب کی آنکھوں میں چمک سی لہرائی تھی وہ کہتی رہی۔ "جولیا ٹھیک کہہ رہی تھی کہ یہاں پہنچ کر اس کے نظریات میں تبدیلی ہوئی ہے۔ میں بھی کچھ ایسا ہی محسوس کر رہی ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"مردوں سے مجھے نفرت تھی.... لیکن اب کم از کم ساری دنیا میں ایک مرد ایسا ضرور ہے جس سے میں نفرت نہیں کر سکتی۔"

میاں صاحب ہونقوں کی طرح اُس کی طرف دیکھتے رہے۔

"ایسا مرد جس کے لئے میں اپنی جان تک دے سکتی ہوں۔"

"اُوہ.... کک.... کون ہے وہ۔!" میاں صاحب ہکلائے۔

"یہ آپ پوچھ رہے ہیں۔!"

"جج....جی....!"

"میں نہیں بتاتی....!" وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

میاں صاحب کی عجیب کیفیت تھی۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور پلکیں جھکی پڑ رہی تھیں۔ کچھ کہنا چاہتے تھے۔ لیکن زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

"میری طرف دیکھئے۔!"

میاں صاحب نے کسی شرمیلی لڑکی کے سے انداز میں پلکیں اٹھائی تھیں۔

"کیا میں آپ کے دل میں ذرا سی بھی جگہ بنا سکی ہوں۔!"

"م.... میں....!" وہ صرف ہکلا کر رہ گئے۔

"میں سمجھ گئی۔!"

میاں صاحب نے سوالیہ نظروں سے اُس کی طرف دیکھا۔

"آپ کو میری یہ بے تکلفی پسند نہیں آئی۔"

"ج.... جی.... ایسی کوئی بات نہیں۔!"

"اُوہ.... تو اسکا یہ مطلب ہوا کہ آپ بھی میرے بارے میں سوچتے رہے ہیں۔!"

نہ جانے کیوں میاں صاحب خود کو اچانک پُغد محسوس کرنے لگے تھے۔ عجیب سی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو کر انہوں نے بالآخر ہاتھ پیر ڈال دیئے۔ یعنی اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ پڑا۔

"ارے.... ارے.... یہ کیا....!" فرحانہ اٹھ کر ان کی طرف جھپٹی تھی۔

"یہ کیا ہوا۔!"

میاں صاحب دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے سسکیوں اور ہچکیوں کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"خدا کے لئے چپ ہو جایئے.... یہ آپ نے کیا شروع کر دیا.... کچھ بتایئے بھی تو....!"

میاں صاحب نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی لیکن آواز ایک طویل ہچکی کی صورت اختیار کر گئی۔

فرحانہ سچ مچ بوکھلا گئی تھی۔ اُس نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا تھا اور اب اُن کے قریب ہی کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اُسے ڈر تھا کہ کہیں میاں صاحب کے رونے کی آواز دوسروں تک نہ پہنچ جائے۔

پھر تو اُس نے انہیں وہیں چھوڑا تھا اور خود دروازہ کھول کر باہر نکل آئی تھی۔ یہاں کئی لڑکیاں کھڑی نظر آئیں۔ شاید میاں صاحب کی طویل ہچکی اُن کے کانوں تک پہنچ گئی تھی۔

"پپ.... پتہ نہیں کیا بات ہے؟" وہ احمقانہ انداز میں بولی۔

"کیا ہوا.... مس....!"

"شش.... شائد.... انہیں اچانک اپنے خاندان والے یاد آگئے ہیں۔!"

ہچکیوں اور سسکیوں کی آوازیں کھلے ہوئے دروازے سے اُن تک برابر پہنچ رہی تھیں۔

پھر جولیا بھی دکھائی دی۔ اور فرحانہ بالکل ہی بد حواس ہو گئی۔

"کیا ہوا.... کیا بات ہے۔!" جولیا نے پوچھا۔

"بب.... بس کیا بتاؤں۔!" فرحانہ اٹک اٹک کر بولی۔ "خود ہی اپنے خاندان والوں کا ذکر چھیڑا تھا اور خود ہی رونے لگے۔!"

"اُوہ.... اچھا.... تو اب یہاں سے ہٹ جاؤ۔ انہیں تنہا چھوڑ دو۔ کوئی بھی اُن کے سامنے نہ آئے۔ ورنہ انہیں شرمندگی ہو گی۔"

پھر جولیا ان سبھوں کو اپنے کمرے میں سمیٹ لائی تھی۔

"قابلِ رحم حالت ہے!" ایک لڑکی بولی۔

"ٹریجڈی ہی ایسی ہوئی تھی۔!"

"لیکن مجھے اس پر حیرت ہے کہ اُس وبا کے سلسلے میں حکومت نے کچھ نہیں کیا۔" جولیا نے کہا۔

"واقعی حیرت کی بات ہے! اس پر باقاعدہ طبی بورڈ بیٹھنا چاہیئے تھا جو اسباب کا پتا لگاتا۔" فرحانہ نے کہا۔

"بہر حال! وہ ایک بے حد دکھی آدمی ہیں۔!" جولیا بولی۔ "اضطراری طور پر رو پڑے ہوں گے۔ بعد میں شرمندہ ہوں گے۔ لہذا اُن سے اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھا جائے۔!"

"ظاہر ہے کہ یہی ہو گا۔" فرحانہ نے کہا۔



تنویر کی حالت بہتر نہیں تھی۔ اُسے سائیکو مینشن ہی کے میڈیکل وارڈ میں رکھا گیا تھا اور عمران ہی کے محکمے کے بہترین معالج اُس کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔

عمران نے اُسے جائے واردات سے ہٹا دینے میں بڑی پھرتی دکھائی تھی کیونکہ پولیس سے مڈبھیڑ نہیں چاہتا تھا۔ پولیس بعد میں پہنچی تھی اور اُسے وہاں دھماکوں کے اثرات اور خون کے دھبوں کے علاوہ کچھ نہیں ملا تھا۔

صوفی عبدالشکور صاف نکل گیا تھا.... اب تو عمران سوچ رہا تھا کہ اُس نے دیدہ دانستہ انہیں تعاقب کی دعوت دی تھی اور مرعوب کرنے کی کوشش کرتا ہوا صاف بچ نکلا تھا۔

اپنے اس خیال کی تصدیق کے لئے اُس نے فون پر تھیلما سے رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن دوسری طرف صرف گھنٹی بجتی رہی۔ کسی نے دیر تک ریسیور نہ اٹھایا۔

پھر گاڑی کے رجسٹریشن نمبر کے ذریعے مالک کا پتہ لگانے کی کوشش کی گئی تھی۔ مگر نتیجہ صفر۔ نمبر جعلی ثابت ہوئے اور اُس میک کی سفید گاڑیاں شہر میں لاتعداد رہی ہوں گی۔

اُس نے ایک بار پھر تھیلما کو فون کیا۔ دوسری طرف سے رابطہ قائم ہونے کی آواز کے ساتھ ایک مردانہ آواز سنائی دی تھی۔ اور یہ نادر سلمانی کے علاوہ اور کسی کی آواز نہیں ہو سکتی تھی۔

مصلحتاً عمران کسی امریکن عورت کے سے لہجے اور آواز میں بولا تھا "تھیلما سے ملاؤ۔"

"کون ہے....؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"روزا۔!"

"میں کسی روزا کو نہیں جانتا۔!"

"کیا تمہارا جاننا ضروری ہے۔ تھیلما کو بلاؤ۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہاں، میرا جاننا ضروری ہے۔!"

"تم آخر ہو کون۔؟"

"اُس کا شوہر۔!"

"اوہ مسٹر سلمانی.... ہاں! ہم کبھی نہیں ملے۔ تھیلما تمہارا ذکر بڑے پیار سے کرتی ہے لیکن کبھی ملوایا نہیں۔!"

"اچھا.... اچھا.... وہ بیمار ہے.... سو رہی ہے۔!"

عمران نے طویل سانس لی اور مزید کچھ کہے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔

"ہیلو۔" بلیک زیرو کی آواز آئی۔

"کیا خبر ہے۔!"

"نگرانی بدستور جاری ہے۔ علامہ آج صبح 9 بجے صرف ایک گھنٹے کے لئے یونی ورسٹی گیا تھا اور دس بجکر پچیس منٹ پر پھر گھر واپس آگیا تھا۔ اُس کے بعد سے ابھی تک دوبارہ باہر نہیں نکلا۔!"

"یعنی گھر ہی میں موجود ہے....!"

"جی ہاں....!"

"کیا ثبوت ہے؟"

"میں نہیں سمجھا جناب۔!"

"گھر میں موجودگی کا ثبوت مانگ رہا ہوں۔"

"باہر نہیں نکلا۔!"

"ہو سکتا ہے اس طرح نکلا ہو کہ تمہیں علم ہی نہ ہو سکا ہو۔"

"میک اپ میں وہ اپنی جسامت نہیں چھپا سکتا۔!"

"کیا عمارت کے عقبی حصے کی بھی نگرانی کرا رہے ہو۔؟"

"جی ہاں، نکاسی کے ہر دروازے کی۔!"

"اس کے باوجود بھی تم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ یونی ورسٹی سے واپسی کے بعد سے گھر ہی پر رہا ہو۔"

"کیا نگرانی کرنے والوں کو وہ کسی کھڑکی یا دروازے سے نظر آتا رہا ہے.... یا انہوں نے اسے کمپاؤنڈ میں ٹہلتے دیکھا تھا۔"

"تفصیل کا علم مجھے نہیں ہے۔!"

"معلوم کر کے مجھے مطلع کرو۔"

"بہت بہتر جناب۔"

ریسیور رکھا ہی تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"کم اِن۔" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

آپریشن روم کا ایک اسسٹنٹ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک لفافہ

ذبے میز پر رکھ کر خاموشی سے واپس چلا گیا۔ عمران نے لفافہ اٹھایا۔
کوڈورڈز میں جولیا کا پیغام تھا۔ جسے ڈی کوڈ کرنے بیٹھ گیا۔
"حالات تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ مرد نے عورت کے سامنے رونا شروع کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ اُسے بُری طرح الجھا چکی ہے۔!"

"اتنا مختصر سا پیغام۔" عمران پُر تفکر انداز میں بڑبڑایا تھا۔ "مرد نے عورت کے سامنے رونا شروع کر دیا ہے۔ کیا بات ہوئی.... وہ تو پیدا ہوتے ہی رونا شروع کر دیتا ہے عورت کے سامنے.... ہشت....!"

فون کی گھنٹی بجی.... اور اُس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ بلیک زیرو کی کال تھی اور وہ کہہ رہا تھا۔ "نہیں جناب.... بس وہ گھر کے اندر گیا تھا.... پھر اب تک واپسی نہیں ہوئی۔ کسی کھڑکی، دروازے سے بھی نہیں دکھائی دیا۔ عمارت کی زیادہ تر کھڑکیاں روشن ہیں.... اور آج کوئی اُس سے ملنے بھی نہیں آیا۔!"

"نگرانی جاری رکھو۔!"

"بہت بہتر جناب۔!"

ریسیور رکھ ہی رہا تھا کہ اُسے علامہ کا "باورچی" واجد یاد آیا۔ وہ بھی سائیکو مینشن ہی کے کمرے میں قید تھا۔

واجد.... آخر واجد کی اصل حیثیت کیا تھی۔! اُس کے اپنے بیان کے مطابق وہ شہزاد کا ملازم تھا۔ اور شہزاد ہی نے اُسے علامہ کے باورچی کی حیثیت سے کام کرنے کا حکم دیا تھا۔ گویا وہ حقیقتاً شہزاد ہی کا ملازم تھا۔ اور بظاہر اس تقرر کا مقصد یہی تھا کہ واجد علامہ پر نظر رکھ سکے۔ خود واجد نے بھی اس کا اعتراف کیا تھا۔ دوسری طرف شہزاد نے علامہ کے اُن شاگردوں کے سلسلے میں اُس سے سودا کرنا چاہا تھا۔ جو اُس کی قید میں تھے۔ اور پھر وہ مار ڈالا گیا تھا۔ آخر کیوں؟ کیا اس لئے کہ اس نے کوئی غلط قدم اٹھایا تھا۔؟ پھر اگر وہ شہزور کی گولی کا نشانہ بنا تھا تو۔ شہزور اور علامہ کے شاگردوں کے درمیان کسی قسم کا تعلق ہو سکتا ہے؟ اور یہ تعلق براہِ راست ہے یا اس میں علامہ کے واسطے کو بھی دخل ہے؟ یاسمین کی موت کا ذمہ دار علامہ تھا یا شہزور....؟

وہ سوچتا رہا۔ پھر دفعتاً اٹھا اور کمرے سے نکل آیا تھا۔ پہلے تنویر کی خیریت دریافت کی اور

پھر اُس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں برنارڈ کو رکھا گیا تھا۔

تنویر کی وجہ سے سخت تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ ابھی تک اُس کی بیہوشی رفع نہیں ہوئی تھی۔ بہت زیادہ خون ضائع ہو گیا تھا۔ سائیکو مینشن کے ڈاکٹر اُس کی جان بچانے کے لئے ہر امکانی تدبیر کر رہے تھے۔

وہ برنارڈ کے کمرے میں داخل ہوا جو ابھی سویا نہیں تھا۔ اُسے دیکھتے ہی ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا۔

عمران نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"میں تمہارا شکر گذار ہوں.....!" برنارڈ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "یہاں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔!"

"آج اُس نے پھر میرے ایک آدمی کو شدید زخمی کر دیا ہے۔!"

"کس نے۔؟"

"شہزور کی بات کر رہا ہوں۔" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"براہِ راست ٹکراؤ۔!" برنارڈ کے لہجے میں حیرت تھی۔

عمران نے سر کو جنبش دی اور بدستور اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

"کہاں اور کیسے.....؟"

عمران نے پورا واقعہ دہرا دیا۔ برنارڈ متفکر نظر آنے لگا تھا۔!

تھوڑی دیر بعد وہ بولا۔ "مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے اُس نے خود ہی تم لوگوں کو اپنے تعاقب پر اکسایا ہو۔!"

"اب میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"پورا واقعہ بتاؤ۔!"

عمران نے تھیلما کی کہانی شروع کر دی۔ برنارڈ ہمہ تن توجہ بنا سنتا رہا۔ عمران کے خاموش ہونے پر بولا تھا۔ "اگر وہ تھیلما سے کانٹی نینٹل کے اُس کمرے میں ایک بار ملاقات کر لینے کے بعد بھی وہیں جما رہا تھا تو یقین کر لو کہ وہ تمہارا ہی منتظر رہا ہو گا۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ تم تھیلما سے سب اگلوا لو گے اور وہ آخری جائے ملاقات کا ذکر تم سے ضرور کرے گی۔!"

"میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔!"

"وہ بھیڑیا ہے۔ عمران صاحب۔!"

"کیا تم شہزاد یونٹ کے واجد نامی کسی آدمی سے واقف ہو۔؟"

"نہیں میرے لئے یہ نام نیا ہے۔ کوئی اہم آدمی نہ ہوگا۔!"

"شہزاد نے اُسے علامہ دہشت کی نگرانی پر مامور کیا تھا۔ اور ایسے مواقع فراہم کئے تھے کہ علامہ اُسے باورچی کی حیثیت سے اپنے یہاں ملازم رکھ لے۔"

"تم پہلے بھی علامہ دہشت کا ذکر کر چکے ہو۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اُس کا ان لوگوں سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔"

"شہزاد اُس کا شاگرد رہ چکا ہے۔"

"اور بھی زیادہ حیرت کی بات ہے کہ وہ اپنے اُستاد کی نگرانی کر رہا تھا۔"

"اس کے علاوہ واجد کی ایک ڈیوٹی اور بھی تھی.... وہ ہر سینچر کی شب کو کسی سفید فام ہپی عورت کو پھانستا تھا اور اُسی ہٹ میں پہنچا دیتا تھا جس میں تم ٹھہرائے گئے تھے۔"

"نہیں!" برنارڈ اُچھل پڑا۔

"میں حقیقت بیان کر رہا ہوں۔!"

"اور میرے اُس ہٹ میں پہنچنے سے قبل ہی واجد تمہارے ہاتھ لگ گیا تھا۔!"

"یہ بھی حقیقت ہی ہے۔"

"خدا کی پناہ.... تو اُس نے تمہیں پھانسنے کے لئے مجھے چارا بنایا تھا۔!"

"صحیح نتیجے پر پہنچے ہو تم۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"کیا واجد کو علم تھا کہ وہ اُن عورتوں کو کس لئے اُس ہٹ میں پہنچاتا رہا ہے۔!"

"نہیں وہ اس سے لاعلم تھا۔! اُس کا کام صرف اتنا تھا کہ عورتوں کو ہٹ تک پہنچا کر واپس ہو جائے اور یہ جاننے کی کبھی کوشش نہ کرے کہ اُس ہٹ میں کون رہتا ہے۔!"

"یہ ہدایات اُسے کس سے ملی تھیں؟"

"شہزاد سے.... اور وہ سینچر ہی کا دن تھا جب وہ ایک ہپی عورت پر ڈورے ڈالتا ہوا میرے ہاتھ لگا تھا۔ اس لئے اُس رات کوئی عورت اُس ہٹ میں نہیں پہنچ سکی تھی۔!"

"بس تو پھر شہزور نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ کیا ہوا ہے۔!"

"ایسا ہی کچھ ہوا ہے ورنہ وہ تمہیں اُسی ہٹ میں ٹھہرا کر مجھے تمہاری راہ پر ڈالنے کی کوشش نہ کرتا۔!"

"لیکن تم ابھی تک اُس کے ہاتھ نہیں آسکے.... اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ بھی تم سے کسی قدر خائف معلوم ہوتا ہے۔ تم نے اُسے خاصی تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ اوہ ٹھہرو.... اب یاد آرہا ہے.... اُس نے کسی واجد کا ذکر کیا تھا مجھ سے.... اور یہ بھی کہا تھا کہ واجد کو اُس رات اُس کیلئے کوئی کام کرنا تھا لیکن وہ غائب ہو گیا۔ اور یہ شبہہ بھی ظاہر کیا تھا کہ کہیں وہ تمہارے ہاتھ نہ لگا ہو۔ کیا وہ گرین بیچ ہوٹل میں تمہارے ہاتھ لگا تھا۔!"

"ہاں.... وہیں....!"

"اُسے اس کا بھی علم تھا کہ واجد ساڑھے بارہ بجے تک گرین بیچ ہوٹل میں دیکھا گیا تھا.... اُوہ.... خدایا.... کتنا شاطر ہے وہ۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔

"اُس کے ہتھ کنڈوں سے تو شیطان بھی پناہ مانگتا ہو گا۔" برنارڈ نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "کیا خیال ہے تمہارا.... میں کس طرح اُس کے قابو میں آیا ہونگا۔ جبکہ میں خود بھی اپنا ذاتی ایک بڑا بزنس رکھتا تھا۔!"

"مجھے اندازہ ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اُسی بڑے ذاتی بزنس کی بناء پر ایک بار دھر لئے گئے تھے اور پھر حیرت انگیز طور پر رہا ہو گئے تھے۔ بات عدالت تک نہیں پہنچ پائی تھی۔!"

"اُسی مردود نے گرفتار کرایا تھا۔ اور پھر رہائی بھی دلائی تھی، اس طرح اپنا ممنونِ احسان بنا کر اُس نے اپنے کام کرنے پر آمادہ کیا تھا....! اور تمہیں حیرت ہو گی کہ انہی ذمہ دار حضرات نے مجھے گرفتار کیا تھا جنہیں میں باقاعدگی سے بڑی بڑی رقوم ادا کرتا رہتا تھا۔!"

"سب کچھ ہے میری نظر میں.... سب جانتا ہوں۔!"

"لیکن افسوس.... شاید اُس پر ہاتھ نہ ڈال سکو۔ اُس کی جڑیں بہت گہرائی تک ہیں۔!"

"دیکھا جائے گا۔!"

"عمران جسے تم اُس کی شکست سمجھ رہے ہو کہیں وہ اُس کی حکمت عملی نہ ہو! دیدہ و دانستہ چھوٹ دے کر نکل جاتا ہو۔ اور درحقیقت ہو کسی خاص موقع کے انتظار میں۔!"

"مجھے اُس کی ذرہ برابر بھی فکر نہیں۔ میں تو زیادہ تر علامہ دہشت میں الجھا رہتا ہوں۔ میری کہانی اُسی سے شروع ہوئی تھی۔ یہ شہزور نہ جانے کہاں سے آکودا۔!"

"لیکن ہم لوگ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہمارا کوئی تعلق یونی ورسٹی کے کسی پروفیسر سے بھی ہوسکتا ہے۔! ویسے ایک بار پھر تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ شہزور کے ساتھ محتاط رہنا۔ اُسے کسی معاملے میں غافل نہ سمجھنا۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ۔۔۔۔!" عمران کچھ کہتے کہتے خاموش ہوگیا۔

برنارڈ اُسے بغور دیکھے جارہا تھا۔ لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "دیکھا جائے گا۔!"

وہ پھر اُسی کمرے میں واپس آیا تھا۔ جو اُس کے لئے مخصوص تھا۔ پُر تفکر انداز میں فون کا ریسیور اٹھایا اور بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔!

دوسری طرف سے ریسیور اٹھنے کی آواز سُن کر بولا۔ "ہیلو، بلیک زیرو۔۔۔۔ بہت احتیاط سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ ایس پی راشد اور کسٹم کے ڈی سی راجن بھی علامہ کے شاگرد رہ چکے ہیں یا نہیں۔"

"بہت بہتر جناب۔!"

"صبح تک رپورٹ دے سکتے ہو۔" کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کردیا۔



تھیلما بستر پر چت پڑی ہوئی تھی۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔۔۔ جاگ رہی تھی۔ پوری طرح ہوش میں تھی۔ آوازیں بھی سُن رہی تھی۔ لیکن آنکھوں کو کیا ہوگیا تھا

زرد رنگ کا ایک بڑا سا روشن دائرہ تھا جو مسلسل آنکھوں کے سامنے گردش کئے جارہا تھا صرف روشن دائرہ اور کچھ بھی نہیں۔ دونوں ہاتھ ادھر پھیلا کر اُس نے بستر کو ٹٹولا تھا اور زور زور سے چیخنے لگی تھی۔ پھر نادر سلمانی کا نام لے کر پکارا تھا۔

"کیا بات ہے! کیوں چیخ رہی ہو۔!" اُس نے سلمانی کی آواز سنی۔

"میں کہاں ہوں.... مجھے کیا ہو گیا ہے۔!"

"تم اپنے بستر پر لیٹی ہو.... لیکن میں کیا بتا سکوں گا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔!"

"یہ کیسا روشن دائرہ ہے.... تم کہاں ہو.... مجھے نظر کیوں نہیں آ رہے....!"

"نہ یہاں کوئی روشن دائرہ ہے.... اور نہ میں تمہاری نظروں سے اوجھل ہوں۔ تم مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھے جا رہی ہو۔!"

"میری بینائی.... میری بینائی۔!" وہ حلق پھاڑ کر چیخی۔

"ہائیں تو کیا اندھی ہو گئی ہو۔!"

"خاموش رہو....!" وہ حلق پھاڑ کر دھاڑی تھی۔ "مجھے یاد آ گیا ہے میری گردن پر تم نے کوئی وزنی چیز ماری تھی۔!"

"اور تم فوراً ہی بیہوش ہو گئی تھیں۔!" سلمانی چہک کر بولا۔

"مجھے کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔!"

"کوشش کرو....!" وہ پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ "اگر تم ہمیشہ کے لئے اندھی ہو گئی ہو تو مجھے بے حد خوشی ہو گی۔!"

"چپ رہو درندے۔!"

"میں بیچارہ پدّی.... تم مجھے درندہ کہہ رہی ہو۔!"

"خاموش رہو.... میری آنکھیں.... میری آنکھیں۔ میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گی۔ تمہاری ضرب سے میں اندھی ہو گئی۔!"

"نہیں چرس کے دھوئیں نے تمہارا یہ حشر کیا ہے۔ اب بلاؤ اُس منحوس ہی کو.... کوبرا.... ہونہہ.... عنقریب اُس کا بھی یہی حشر ہو گا میرے ہاتھوں۔!"

"چلے جاؤ.... یہاں سے۔!"

"فون نمبر بتاؤ اُس کا.... اُسے بھی خوش خبری سنا دوں کہ اب تم اُس کے فولادی ڈھانچے کو نہیں دیکھ سکو گی۔!"

"میں تمہیں مار ڈالوں گی۔!" وہ چنگھاڑتی ہوئی اٹھ گئی۔

"پڑی رہو چپ چاپ ورنہ دیواروں سے ٹکرا کر مر جاؤ گی۔!"

"سلمانی! میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"سلمانی توکب کا مر چکا ڈارلنگ.... یہ اُس کا بھوت ہے اور کسی بھوت کو مار ڈالنا ناممکن۔!"

"میں کہتی ہوں چلے جاؤ یہاں سے۔!"

"پھر اندھی کی لاٹھی کون بنے گا۔ وہ فولادی ڈھانچہ یا یہ حقیر پدی۔!"

"میری آنکھیں.... میری آنکھیں۔!" وہ پھر ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔

پھر چکرا کر گری تھی اور دوبارہ بیہوش ہو گئی تھی۔

سلمانی کے دانت نکل پڑے۔ عجیب سی وحشیانہ مسرت اُسکی آنکھوں میں رقص کر رہی تھی۔

وہ بستر کے قریب ہی کھڑا اُسے دیکھے جا رہا تھا.... دفعتاً فون کی گھنٹی بجی تھی۔

اُس نے جھپٹ کر ریسیور اٹھالیا۔

لیکن دوسری طرف کی آواز سن کر اُس کی آنکھوں میں مایوسی مترشح ہونے لگی تھی۔

"کون ہے؟" اُس نے بے دلی سے پوچھا۔

"کیا سلمانی صاحب ہیں۔؟"

"ہاں میں ہی بول رہا ہوں۔"

"میں ہوں بیچارہ ذہنی مریض۔"

"اُوہ.... کیا بات ہے۔!"

"کیا پوری بات اب بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"یہی کہ میں بھی اُسی مردود کا ستایا ہوا ہوں جس کے منحوس سائے نے آپ کی زندگی تلخ کر رکھی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو....؟"

"کیا اُس کی کوئی کال آئی تھی۔!"

"کس کی کال۔!"

"کوبرا کی۔!"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"میری مراد اُس ہپی سے ہے جسے آپ کی بیگم صاحبہ کوبرا کے نام سے جانتی ہیں۔!"

"تم ہو کون۔!"

"وہی جس کا کھیل آپ نے بگاڑ دیا تھا۔ آپ نے نہیں بلکہ آپ کی گاڑی نے۔"

"اوہ.... تو تم ہو۔!"

"جی ہاں۔!"

"دوپہر کو اُس کی کال آئی تھی۔!"

"کیا کہہ رہا تھا۔!"

"مجھ سے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔ تھیلما سے بات کرنا چاہتا تھا۔!"

"اور وہ موجود نہیں تھیں۔"

"یہی سمجھ لو۔!"

"کچھ اندازہ ہے کہ کال کہاں سے آئی تھی۔!"

"نہیں.... یہ تو معلوم ہی نہیں ہونے دیتا۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"فی الحال ناممکن ہے.... وہ بھی میری طرف سے غافل نہیں ہے۔!"

"ذہنی مریض کا کیا قصہ تھا۔!"

"میرا ہی ایک آدمی تھا جو اُس کے ایک ٹھکانے کی نگرانی کر رہا تھا! توقع تھی کہ وہ خود ہی اُس کی خبر لینے ستنام ہاؤز پہنچے گا۔ لیکن اُس نے اپنا ایک آدمی بھجوا دیا تھا! بہر حال اب وہ آدمی زیرِ حراست ہے۔ لیکن وہ بھی اُس کے اصل ٹھکانے سے واقف نہیں ہے۔"

"لیکن میں ایک ایسی عورت کو جانتا ہوں جو شائد واقف ہو۔! لیکن اگر میں چاہوں کہ مجھے بتادے تو یہ ممکن نہ ہوگا۔!"

"آہا۔ مجھے بتاؤ.... اُگلوالینا میرا کام ہوگا۔!"

"ڈورا کرسٹی... آسٹریلین بوتیک کی مالکہ..! بوتیک کے اوپر والے فلیٹ میں رہتی بھی ہے۔!"

"عمارت کہاں ہے۔" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"عالمگیر روڈ پر شاہین بلڈنگ....!"

"بہت بہت شکریہ.... لیکن تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا....!"

"تھیلما سے! کبھی کبھی وہ بہت زیادہ نشے کی حالت میں اُسے گالیاں دیتی ہوئی سنی جاتی ہے۔!"

"کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے۔!"

"نہیں.... سو فیصد کو برا.... صرف گالیوں ہی پر اکتفا نہیں کرتی.... بعض کہانیاں بھی دہراتی ہے۔!"

"اچھا.... شکریہ....!"

"میں تم سے کہاں مل سکتا ہوں۔!" سلمانی نے پوچھا تھا لیکن اپنا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن لی تھی۔ ریسیور رکھ کر اُس نے طویل سانس لی اور کمرے سے نکل آیا۔ خیالات میں کھویا ہوا اسٹنگ روم میں جا بیٹھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر تھیلما سچ مچ اپنی بینائی کھو بیٹھی ہے تو وہ بڑی دشواری میں پڑ جائے گا۔ وہ ضرور عدالت سے رجوع کرے گی۔

کچھ دیر بعد پھر تھیلما کی خواب گاہ میں داخل ہوا تھا لیکن تھیلما بستر پر نہ دکھائی دی۔ اُس نے باتھ روم کے دروازے کی طرف دیکھا! اور سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔! تھوڑی دیر بعد تھیلما باتھ روم سے بر آمد ہوئی تھی۔ اُس کے بال بھیگے ہوئے تھے۔ شائد سر دھویا تھا۔

"مجھے آواز دے لی ہوتی۔!" سلمانی نے مغموم لہجے میں کہا تھا۔

وہ کچھ نہ بولی۔ اندھوں کی طرح ٹٹولتی ہوئی بستر کی طرف بڑھتی رہی۔ سلمانی کرسی سے اٹھ کر اس کی جانب بڑھا تھا۔ اچانک تھیلما اُس پر ٹوٹ پڑی۔ حملہ قطعی غیر متوقع تھا۔! سلمانی گڑبڑا کر ڈھیر ہو گیا۔ اور وہ اسے دبوچ بیٹھی۔

"اب بتاؤ....!" وہ دانت پیس کر بولی تھی۔ "کیا میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں گی۔!"

"ڈ.... ڈاکٹر.... کو فون کیا ہے میں نے.... ماہر امراضِ چشم۔!"

"دانتوں کی مرمت کرنے والے کو فون کیا ہوتا.... کیونکہ اب تمہاری شکل مشکل ہی سے پہچانی جا سکے گی۔" کہتے ہوئے اُس نے اُس کے چہرے پر سچ مچ کے مارنے شروع کر دیے تھے۔!

سلمانی سے کہیں زیادہ طاقتور تھی.... لہٰذا وہ بے بسی سے پٹتا رہا.... پٹتا رہا اور حلق پھاڑ پھاڑ کر اپنی مادری زبان میں اُسے نوازتا بھی رہا۔

"تم سمجھے تھے شائد میں سچ مچ اندھی ہو گئی ہوں.... وہ وقتی اثر تھا نشے اور اُس چوٹ کا جو میری گردن پر لگی تھی.... سر پر ٹھنڈا پانی ڈالتے ہی پھر دیکھنے لگی ہوں۔!"

"چھوڑ و مجھے۔" وہ اُس کی گرفت سے نکل جانے کے لئے مچلا تھا۔

"میں نے کبھی تمہیں اتنی بے دردی سے نہیں مارا تھا۔ اگر میری گردن کی ہڈی ہی ٹوٹ جاتی تو۔!"

"میں نے آہستہ سے مارا تھا۔ تم بہت زیادہ نشے میں تھیں۔!"

"مت بکواس کرو جھوٹے....!"

"میں قانون داں ہوں....ایسی حماقت نہیں کر سکتا۔ تم بہت زیادہ نشے میں تھیں۔!"

"کچھ بھی ہو....! میں تمہارا چہرہ اس حد تک بگاڑ دوں گی کہ تم کئی دنوں تک گھر سے باہر نہ نکل سکو گے۔!"

"نہیں.... نہیں۔!" وہ خوفزدہ سی آواز میں چیخا۔

لیکن اُس کے بڑھے ہوئے ناخن سلمانی کے چہرے پر خراشیں ڈالنے لگے تھے۔!



جیمسن سوئمنگ پول کے کنارے بیٹھا ظفر الملک کو ڈائیو کرتے دیکھ رہا تھا۔ ایک لڑکی سے اُس کا مقابلہ شروع ہو گیا تھا۔ دوسرے ڈائیو کرنے والوں نے اس شغل سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور صرف تماشائی بن گئے تھے۔

دراصل سیدھی سادی ڈائیونگ ہو رہی تھی۔ ایک سفید فام لڑکی نے قلابازی کھانے کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ دوسری بار ظفر الملک نے دو قلابازیاں کھائیں۔ لڑکی نے اپنی باری میں تین قلابازیوں کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہی۔ ظفر الملک نے تین پوری کر دکھائیں۔ لڑکی نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ برابر کوشش کئے جا رہی تھی۔ آخر کار کچھ دیر بعد اُسے کامیابی ہو گئی۔ ظفر الملک نے جیمسن کو آنکھ ماری تھی اور پھر سیڑھیوں کی طرف دوڑ گیا تھا۔ اس بار اُس نے چار قلابازیاں کھائی تھیں...اور تیرتا ہوا کنارے پر پہنچ گیا تھا....اچھل کر جیمسن کے برابر جا بیٹھا۔

"کیا فائدہ ہوا....یور ہائی نس...." جیمسن نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"تم پر ہر وقت فائدہ اور نقصان کیوں سوار رہتا ہے۔"

"چوتھی اُس سے نہیں ہو سکے گی اور پانچویں کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کہیں ریڑھ کی ہڈی نہ توڑ بیٹھے۔"

"لیکن.... وہ دیکھو.... وہ اوپر پہنچ گئی ہے۔"

لڑکی نے چھلانگ لگائی لیکن اس بار تین قلابازیاں بھی نہ ہو سکیں۔ دو ہی کر پائی تھی۔!

دفعتاً کسی جانب سے ایک سفید فام غیر ملکی ان کے قریب آ دھمکا اور ظفر الملک سے بولا۔ "یہ تم نے کیا شروع کر دیا ہے۔!"

"کیا اس پر کوئی پابندی ہے۔" ظفر الملک کا لہجہ کسی قدر تیکھا تھا۔

"اُس پر رحم کرو.... اور یہاں سے چلے جاؤ۔!"

"بڑی عجیب فرمائش کی ہے تم نے۔!"

"میں استدعا کرتا ہوں۔!"

"ہم جا رہے ہیں۔!" جیمسن اٹھتا ہوا بولا۔

ظفر الملک نے اُسے گھور کر دیکھا تھا لیکن پھر اُسے بھی اٹھنا ہی پڑا تھا۔ جیمسن اس طرح نہ اُٹھ جاتا تو شائد اِس اجنبی کی بکواس پر توجہ تک نہ دیتا۔

وہ تیزی سے اُس طرف چل پڑے تھے۔ جہاں انہوں نے اپنے سوٹ رکھے تھے۔ جیمسن تھا تو پیراکی کے لباس میں لیکن اُس نے پانی میں قدم تک نہیں رکھا تھا۔ اُس کا قول تھا۔ "پانی اتنا ہی ہونا چاہئے کہ ڈاڑھی نہ بھیگنے پائے۔" ڈاڑھی کے بھیگ جانے کو پانی سر سے گذر جانے کے مترادف سمجھتا تھا۔

"اس گدھے پن کے مظاہرے کا مطلب۔!" ظفر الملک نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"اور نہیں تو کیا پانی میں کودنے کے سلسلے میں اُس سے جھگڑا کرتے، کتنی غیر فلسفیانہ بات ہوتی یور ہائی نس۔!"

"کیا مطلب....!"

"آپ خود سوچئے، کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔ قلابازیوں پر جھگڑا....!"

"بس خاموش رہو....!"

"وہ تو رہتا ہی ہوں۔ لیکن آپ بولنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ آج کل میں ڈیاجینز کو پڑھ

رہا ہوں۔!"

"صورت سے بھی کباڑی ہی لگنے لگے ہو۔!"

"لینگویج پلیز.....!"

"ساری تفریح برباد کرادی۔!"

"آپ ہمیشہ بھول جاتے ہیں کہ کس کام کے لئے نکلے تھے۔"

"تم نے کام میں تو خلل ڈالا ہے۔" ظفر الملک بھنا کر بولا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"یہ وہی عورت ہے جس سے جان پہچان پیدا کرنے کا حکم ملا تھا۔!"

"یعنی ڈورا کرسٹی..... آسٹریلین بوتیک والی۔"

"ہاں وہی ہے.....!"

"تو حضور والا جان پہچان پیدا کر رہے تھے یا اُسے اپنا دشمن جانی بنا رہے تھے۔"

"خاموش رہو۔"

"ٹھہر جاؤ..... تم دونوں پلیز....." عقب سے آواز آئی وہ رُک گئے۔

وہی سفید فام لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اُن کی طرف بڑھا آرہا تھا۔ جس نے انہیں سوئمنگ پول سے ہٹ جانے کا مشورہ دیا تھا۔!

"مجھے بے حد افسوس ہے۔!" وہ قریب پہنچ کر بولا۔

"کوئی بات نہیں۔" جیمسن نے خوش اخلاقی ظاہر کرنے کے لئے دانت نکالے۔

"دراصل وہ بہت ضدی ہے۔! اگر آپ لوگ وہاں موجود رہتے تو مجھے یقین ہے کہ وہ خود کو نقصان پہنچا بیٹھتی۔"

"ضدی عورتیں مجھے پسند ہیں۔" ظفر الملک بولا۔ "کیا وہ آپ کی مسز ہیں۔!"

"میرا نام مائیکل ہے، لیکن وہ میری بیوی نہیں ہے۔ بزنس پارٹنر سمجھ لیجئے۔ ہم دونوں ایک بوتیک چلا رہے ہیں۔ آسٹریلین بوتیک۔ شائد نام سنا ہو۔ میں جلد کا اسپیشلسٹ ہوں۔ جلد کی رنگت بدل دیتا ہوں۔ شرطیہ طور پر..... انہی خصوصیت کی بناء پر ہمارے بوتیک نے شہرت پائی ہے۔!"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" جیمسن نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا

"میرا نام جیمسن ہے.... اور یہ میرے باس پرنس ظفر الملک۔!"

"پرنس....!" مائیکل کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! گریٹ مغل کی اولاد ہیں۔!"

"اوہ....!" وہ پر جوش انداز میں بولا۔ "یہی تو میں سوچ رہا تھا کہ ناک کی بناوٹ.... اور آنکھوں کی کشید.... خدا کی پناہ... گریٹ مغل کی اولاد.... بڑی خوشی ہوئی جناب یور ہائی نس۔"

اُس نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا تھا۔

ظفر الملک کو جیمسن کی اس حرکت پر غصہ آگیا۔ اس طرح تعارف کرانے کی کیا ضرورت تھی۔ گریٹ مغل کی اولاد لنگوٹی لگائے کھڑی ہے لاحول ولا قوۃ۔!

"میں بے حد شرمندہ ہوں پرنس! اُسے معلوم ہو گا تو اُس کا بھی یہی حال ہو گا۔ وہ تو قدیم نسلوں کی شیدائی ہے۔ واہ گریٹ مغل۔"

"اب کیا فائدہ ان باتوں سے ہماری حکومت تو ختم ہو چکی۔!" ظفر الملک زبردستی مسکرا کر بولا۔

"اوہ.... یہی تو بات ہے۔ گریٹ مغل کی حکومت اب بھی دلوں پر باقی ہے.... کبھی ہمارے بوتیک میں تشریف لائیے.... آہا.... یہ بتانا تو بھول ہی گیا کہ ڈورا آج کل مغل طرزِ آرائش پر ریسرچ کر رہی ہے....!"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔" جیمسن جلدی سے بولا۔ "میں انہیں مدد دے سکتا ہوں.... طرزِ آرائش کی تو چھوڑیئے.... آپ کا سبجیکٹ بھی میری نظر میں ہے.... میں آپ کو بتاؤں گا کہ مغل شہزادیاں کس طرح اپنی جلد کی حفاظت کرتی تھیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ کیوں نہ ہم اسی وقت مل بیٹھیں۔" مائیکل نے کہا۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" ظفر الملک نے کہا۔ "سوئمنگ پول ہی پر ہماری میز مخصوص ہے۔ میز نمبر گیارہ.... آپ دونوں وہاں ہمارا انتظار کر سکتے ہیں۔ ہم لباس تبدیل کر کے پہنچ جائیں گے۔"

"ایسے بھی کیا حرج ہے۔!" جیمسن بول پڑا۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں پانی ہی میں اس طرح رہ سکتا ہوں....!" ظفر نے غصیلے

لہجے میں کہا۔

"معافی چاہتا ہوں یور ہائی نس۔!" جیمسن گڑگڑایا۔

مائیکل سوئمنگ پول کی طرف پلٹ گیا تھا۔ اور وہ اپنے لباس پہننے کے لئے چل پڑے تھے۔

"کیسی رہی....!" جیمسن بولا۔

"ٹھیک ہی رہی.... لیکن تم خود کو قابو میں رکھو گے۔!"

"مجھے آپ پر نظر رکھنی پڑے گی کہ کہیں آپ بے قابو نہ ہو جائیں۔!"

"مت بکواس کرو۔!"

"آخر چکر کیا ہے۔!"

"فی الحال اس سے رسم و راہ بڑھانے کی ہدایت ملی ہے۔"

"مقصد....!"

"میں نہیں جانتا.... اور نہ جاننے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔"

"ہز میجسٹی کہاں تشریف رکھتے ہیں۔" جیمسن نے پوچھا۔ وہ عمران کو یور میجسٹی کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔

"ہدایت میں یہ بھی شامل ہے کہ ان کے فلیٹ کی طرف رخ بھی نہ کیا جائے۔"

"پتا نہیں یہ سرکاری معاملہ ہے یا خالص رومانی۔!"

"آخر ہز میجسٹی بھی تو گوشت پوست ہی رکھتے ہیں۔!"

"اور میرے توسط سے عشق کرنا چاہتے ہیں۔!" ظفر الملک بھنا کر بولا۔

"کیا مضائقہ ہے.... آدمی ہی آدمی کے کام آتا ہے۔"

ظفر الملک کچھ نہ بولا۔ جیمسن بسا اوقات "بکواس برائے بکواس" شروع کر دیتا تھا۔ یہ محسوس کر لینے کے بعد ظفر الملک خاموش ہی رہنے میں عافیت سمجھتا تھا.... ورنہ اس کی زبان کولہو کے بیل کی طرح چلتی ہی رہتی تھی۔

سوٹ پہن کر وہ پھر سوئمنگ پول کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور انہوں نے ان دونوں کو دور ہی سے دیکھ لیا جو ان کی مخصوص کرائی ہوئی میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔

"ہم نے تو سوٹ پہن لئے لیکن وہ دونوں ابھی تک غیر مہذب ہی نظر آ رہے ہیں۔" جیمسن

نے کہا۔

"کیا فرق پڑتا ہے۔" ظفر بولا۔

"میرے لئے تو پڑتا ہے فرق کیونکہ میں گریٹ مغل کی اولاد نہیں ہوں۔"

"تم نے بیہودگی کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"یہی بیہودگی کام آئی ہے۔ ورنہ اتنی جلد مل بیٹھنا نصیب نہ ہوتا۔ آپ کی قلابازیوں نے تو اُسے متنفر ہی کر دیا تھا۔"

قریب پہنچے تو دونوں نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا تھا اور ڈورا چہک کر بولی تھی۔ "میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔!"

"میرا سیکریٹری زبان دراز ہے۔" ظفرالملک نے کہا۔

"آپ کی مہارت کا لوہا پہلے ہی مان چکی تھی۔" ڈورا نے کہا۔

"بیٹھیے.... بیٹھیے....!" ظفر ہاتھ ہلا کر بولا۔ "آپ کا اسٹائل مجھے بہت پسند آیا تھا۔ اور میں چاہتا تھا کہ آپ ڈرائیو کرتی رہیں.... اسی لئے وہ حرکت کی تھی.... ورنہ میں اسے چھچھوراپن سمجھتا ہوں۔!"

"مجھے شرمندہ نہ کیجئے۔"

"کیا پئیں گے آپ لوگ۔"

"فی الحال کچھ بھی نہیں۔" مائیکل نے کہا۔ "ہم صرف باتیں کرنا چاہتے ہیں.... ڈورا، یہ مسٹر جیمسن طرزِ آرائش پر تحقیق کے سلسلے میں تمہیں مدد دے سکیں گے۔!"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔!"

"اور ان کے پاس وہ طریقے بھی محفوظ ہیں جنہیں بروئے کار لا کر مغل شہزادیاں اپنی جلد کو ملائم اور خوبصورت رکھتی تھیں۔!"

"بے شمار نسخے مجھے زبانی یاد ہیں۔" جیمسن ڈاڑھی کھجاتا ہوا بولا۔

"کیا آج آپ کا بوتیک بند ہے۔" ظفرالملک نے پوچھا۔

"ہفتے میں صرف پانچ دن کام کرتے ہیں.... دو دن کی چھٹی.... کل بھی بند رہے گا بوتیک...." مائیکل نے جواب دیا۔

"ٹھیک اُسی وقت ایک ویٹر نے اُن کے قریب آکر ظفر الملک سے کہا تھا۔" آپ کی کال ہے جناب۔!"

"اوہ.... اچھا.... معاف کیجئے گا.... میں ابھی آیا۔" ظفر اٹھتا ہوا بولا۔ اس ہوٹل میں جانی پہچانی شخصیت تھا۔

ڈائننگ ہال کے کاؤنٹر پر پہنچ کر اُس نے کال ریسیو کی تھی۔ دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ "بہت تیزی دکھا رہے ہو۔!"

"آپ کہاں ہیں....!"

"تمہارے آس پاس ہی.... اپنے جیمسو جھینگے کو قابو میں رکھنا....!"

"اس کے بعد کیا کرنا ہے۔!"

"بتا دیا جائے گا۔ اس وقت بات کرنے کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ ایک آدمی تم دونوں میں دلچسپی لے رہا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"لڑکی کے ساتھی نے جیسے ہی تمہیں روک کر گفتگو شروع کی تھی.... وہ تمہاری طرف متوجہ ہو گیا تھا.... اور اب باقاعدہ طور پر تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔!"

"کون ہے....؟"

"اس کی فکر نہ کرو.... اُسے میں دیکھ لوں گا۔! بس تم اس کا خیال رکھنا کہ آج کی ملاقات اسی ہوٹل ہی تک محدود رہے۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"کیا اسی وقت اتنے ناسمجھ ہو گئے ہو یا پہلے بھی تھے! احمق آدمی میں یہ کہہ رہا تھا کہ ان کے ساتھ کہیں جانا مت۔!"

"بہت بہتر....!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا.... اور وہ ریسیور رکھ کر گدی سہلاتا ہوا پھر سوئمنگ پول کی طرف چل پڑا۔

یہاں جیمسن نے جلد کو ملائم رکھنے والے نسخے چھیڑ رکھے تھے۔ کہہ رہا تھا۔

"اونٹ کی مینگنی کو جلا کر الکلی میں تبدیل کر لیجئے.... اور پھر اُسے خالص شہد میں ملا لیجئے۔ پلاسٹر تیار ہو گیا۔ رات کو سوتے وقت چہرے پر لیپ کیجئے اور صبح اٹھ کر بھیڑ کے دودھ سے منہ دھو ڈالئے۔!"

"یہ سب کچھ تو آسان ہے.... لیکن بھیڑ کا دودھ....!" ڈورا نے احتجاج کیا۔

"مغل شہزادیوں کے لئے کچھ مشکل نہ تھا.... میک اپ کی بھیڑوں کا ریوڑ الگ سے ترتیب دیا جاتا تھا۔"

"جو ہمارے لئے ممکن ہو مسٹر جیمسن۔" مائیکل نے کہا۔ "کوئی ایسا نسخہ بتایئے۔!"

"ایسا کوئی نسخہ زبانی یاد نہیں.... لیکن ایسے نسخے بھی فراہم کر سکوں گا۔!"

"بہت بہت شکریہ۔!"

ظفر عمران کی کال ریسیو کرنے کے بعد سے اور بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ لیکن اُس نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ اُس کی نگرانی کون کر رہا تھا۔

اس نے جیمسن سے کہا۔ "فیکٹری سے کال آئی تھی۔ ورکرز نے ہڑتال کی دھمکی دی ہے۔!"

جیمسن نے نتھنے پھلائے تھے اور بُرا سا منہ بنا کر بولا تھا۔ "ہڑتال ضرور ہو گی۔!"

"خاموش رہو۔ تمہیں جرأت کیسے ہوئی ایسی بات کہنے کی۔!"

"میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں یور ہائی نس....!"



اگر تھیلما جوشِ رقابت میں سلمانی کے سامنے ڈورا کرسٹی کو گالیاں دے سکتی تھی تو شہزور اس سے کس طرح لاعلم رہ سکا ہو گا۔ تھیلما نے کبھی نہ کبھی اُس پر بھی بات واضح کر دی ہو گی کہ وہ اسکے اور ڈورا کرسٹی کے تعلقات کے بارے میں جانتی ہے۔!

اسی نظریئے کے تحت عمران نے براہِ راست ڈورا سے رابطہ قائم کرنے کی بجائے ظفر الملک کے ذریعے حالات کا مشاہدہ کرنے کی کوشش کی تھی.... اور پھر یہ بات اُس پر واضح ہو گئی تھی کہ شہزور نے یہ خانہ بھی خالی نہیں چھوڑا۔

اُس کے آدمیوں نے ڈورا کے ملنے جلنے والوں پر نظر رکھنی شروع کر دی تھی۔

اس وقت عمران اُس شخص کا تعاقب کر رہا تھا جس نے ظفرالملک اور جیمسن کا تعاقب اُن کی قیام گاہ تک کیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے اپنی موٹر سائیکل وہیں روکے رکھی تھی۔ اور نیم پلیٹ پر ظفرالملک کا نام پڑھنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ عمران نے اپنی گاڑی اُس سے خاصے فاصلے پر روکی تھی۔

موٹر سائیکل حرکت میں آئی تو اُس نے بھی انجن اسٹارٹ کیا، لیکن اُس آدمی نے تو پھر اُسی ہوٹل کا رخ کیا تھا جہاں سے روانگی ہوئی تھی۔

ڈورا اور اس کا پارٹنر اب بھی وہیں تھے.... شائد انہوں نے چھٹی کا دن وہیں گذارنے کا فیصلہ کیا تھا۔

عمران نے بھی وہیں ڈیرا ڈال دیا.... ریڈی میڈ میک اپ میں تھا۔ اس لئے دوسروں سے الگ تھلگ ہی رہنا چاہتا تھا۔ اس میک اپ میں شکل ایسی خوفناک ہو جاتی تھی کہ دوسروں کی نظریں بار بار اُسی کی طرف اٹھنے لگتی تھیں۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ اکتا گیا۔ ضروری نہیں تھا کہ وہ آدمی اُن دونوں کے وہاں سے ہٹنے سے قبل بھی کچھ اور کرتا۔ گویا حقیقتاً وہ ڈورا کرسٹی کی نگرانی اس نقطہ نظر سے کر رہا تھا کہ اگر کوئی اجنبی اُس میں دلچسپی لے تو اس کا نام اور پتہ معلوم کرنے کی کوشش کرے ورنہ وہ صرف ظفرالملک کی قیام گاہ تک جا کر کیوں پلٹ آتا۔

بہر حال اُسے جو کچھ معلوم کرنا تھا کر چکا تھا۔ اب کسی ماتحت کو اس کی نگرانی پر مامور کیا جا سکتا تھا۔

بلیک زیرو سے فون پر گفتگو ہوئی تھی اور اُسے اُس آدمی سے متعلق ہدایات دے کر وہ کسی کی آمد کا منتظر رہا تھا۔ بیس منٹ گذرنے کے بعد اُس نے ٹوائیلٹ کا راستہ لیا....!

یہاں اُس نے ریڈی میڈ میک اپ نکال کر جیب میں رکھا تھا اور واش بیسن پر جھک کر منہ دھونے لگا تھا....! پھر سیدھا ہو کر چہرہ خشک کر رہا تھا کہ کیپٹن خاور دکھائی دیا! ہدایت کے مطابق وہ اُسی جگہ پہنچا تھا جہاں بلیک زیرو نے اُسے عمران سے ملنے کو کہا تھا۔

”دن میں کتنی بار منہ دھویا جاتا ہے۔“ اُس نے ہنس کر پوچھا۔

"جتنی بار کوئی نئی لڑکی سامنے آتی ہے۔ پھر دوسری کے لئے منہ دھو رکھتا ہوں۔!"

"محاوروں کے صحیح استعمال کا سلیقہ ہوتا جارہا ہے۔!"

"ایک کا نام سلیقہ بھی ہے.... بہر حال اب تو منہ دھو ہی چکا ہوں۔ دیر تک تمہاری شکل نہیں دیکھ سکتا.... سوئیمنگ پول کی نشستوں میں سے ایک پر ایک آدمی ہے۔ جس کی نگرانی تمہیں کرنی ہے۔ نیلے کوٹ اور سرخ ٹائی والا.... بائیں گال پر چوٹ کا واضح نشان ہے جو دور سے بھی نظر آتا ہے.... بس اب جاؤ۔!"

خاور کے چلے جانے پر اُس نے دوبارہ ریڈی میڈ میک اپ ناک پر فٹ کیا تھا اور سوئیمنگ پول کے قریب سے گذرے بغیر پارکنگ پلاٹ کی راہ لی تھی۔

گاڑی میں بیٹھتے وقت بھی فیصلہ نہ کر سکا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔

ایس.... پی راشد اور کسٹم کے ڈی۔ سی راجن کے متعلق بلیک زیرو کی رپورٹ مل چکی تھی۔ دونوں علامہ کے شاگرد رہ چکے تھے۔ لیکن اس کا کوئی ثبوت نہ مل سکا تھا کہ اب بھی علامہ سے قریبی تعلقات رکھتے ہوں۔!

"علامہ....!" وہ دانت پر دانت جما کر بڑبڑایا اور گاڑی کا انجن اسٹارٹ کر دیا۔

شیلا اور پیٹر اب بھی رانا پیلس ہی میں تھے۔ ایک بار پھر اُس کا ذہن پیٹر کی طرف متوجہ ہو گیا! عمران اُس سے ابھی تک علامہ کے خلاف کچھ بھی نہیں اگلوا سکا تھا۔ وہ برابر یہی کہے جارہا تھا کہ علامہ کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا یاسمین کی موت سے۔ اور شیلا کو اُس کے باپ دھنی رام نے زہر دلوانا چاہا تھا۔

گاڑی پارکنگ شیڈ سے نکل کر سڑک پر آگئی اور اب وہ رانا پیلس کی طرف جارہی تھی۔

رانا پیلس میں پہنچ کر سب سے پہلے اُس نے فون پر ظفر الملک سے رابطہ قائم کیا تھا! دوسری طرف اس کی آواز سن کر بولا۔ "تمہارا تعاقب کیا گیا تھا! تعاقب کرنے والے نے تمہاری نیم پلیٹ بھی بغور دیکھی تھی۔!"

"تو پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔!"

"فی الحال خود ادھر کا رخ نہ کرنا.... یہی ظاہر ہونا چاہئے کہ وہ ملاقات اتفاقیہ تھی۔!"

"اور اگر ڈورا کرسٹی یا اُس کا پارٹنر خود ہی یہاں چلے آئیں تو....!"

"میں تمہیں اس صدی کا سب سے خوبصورت آدمی تسلیم کرلوں گا۔" عمران خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا تھا۔

"میں نہیں سمجھا۔!"

"اپنی خوبصورتی سمجھ میں نہیں آتی، دوسرے سمجھاتے ہیں! اگر وہ خود ہی آئے تو کوئی مضائقہ نہیں.... اور تمہیں اُس کے ملنے جلنے والوں میں ایک قد آور اور جسیم ہپی پر نظر رکھنی ہے۔ دیسی ہی ہے.... غیر ملکی نہیں۔!"

"بہت بہتر....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"لیکن تم اس سلسلے میں ڈورایا مائیکل سے براہِ راست کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں کرو گے۔!"

"ہپی کا نام۔!"

"میں نہیں جانتا.. تمہیں اُسے تلاش کرنا ہے اُس کے بعد نام بھی خود ہی معلوم کرو گے۔!"

"میں سمجھ گیا! غالباً مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ اُس کے حلقہ احباب میں کوئی ایسا آدمی بھی شامل ہے یا نہیں۔!"

"خاصی دیر لگانے لگے ہو سمجھنے میں۔ کیا بات ہے۔!"

"کوئی بات نہیں۔!"

"وِش آل" کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ بلیک زیرو قریب ہی موجود تھا۔

"میں سوچ رہا تھا جناب۔" اُس نے کہا۔ "اس کیس کا تعلق ہمارے محکمے سے ہے بھی! نہیں۔!"

"قطعی نہیں ہے۔ اس کا تعلق ثریا کی سسرال سے ہے۔!"

"یعنی کہ....!"

"بات یاسمین کی موت سے شروع ہوئی تھی جو ثریا کی سسرالی عزیزہ تھی.... سسرال پر بھڑکنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارا ملک لاتعداد سسرالوں پر مشتمل ہے۔ اس کے باوجود بھی للہ بیٹوں کا خیال ہے کہ ہمارے ملک کا سب سے بڑا مسئلہ طوائف ہے۔!"

"کیا آپ رات بھر نہیں سوئے۔!" بلیک زیرو نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

"شائد میں کوئی غیر ضروری بات کہہ گیا ہوں۔!" عمران نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا

"یہ مطلب نہیں تھا۔" بلیک زیرو جلدی سے بولا۔

"میں تنویر کی وجہ سے پریشان ہوں.... اُس کی حالت بہتر نہیں ہے۔!"

بلیک زیرو کچھ نہ بولا۔ عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"میرا خیال تھا کہ میاں توقیر پارٹی کے کنونشن میں ضرور شرکت کریں گے اور علامہ اُسی دوران میں اُن پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن کل کنونشن کا آخری دن ہے۔!"

"پارٹی کے آفس سے معلوم کرنے کی کوشش کروں۔" بلیک زیرو نے پوچھا۔

"ضروری نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ کچھ اہم مہمانوں کی وجہ سے وہ شرکت نہیں کر سکے! علامہ نے شائد اسکیم بدل دی ہے۔ کچھ اور سوچ رہا ہے۔ کوئی اور طریقہ اختیار کرے گا۔ جولیا کو میں نے صرف اسی لئے بھیجا تھا کہ وہ سفر کے دوران میں ان کی نگرانی کر سکے۔"

"فرحانہ جاوید کے ذریعے علامہ کیا کرنا چاہتا ہے۔!"

"دیکھیں گے.... فی الحال تو میاں صاحب اُس کے عشق میں مبتلا ہو گئے ہیں، جولیا کی رپورٹ سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ اب میں ذرا پیٹر کو دیکھ لوں۔!"

"اوہ.... اُس کے بارے میں تو بتانا ہی بھول گیا.... اُس پر دیوانگی کے دورے پڑنے لگے ہیں۔ جس کمرے میں تھا اس کا سارا فرنیچر تباہ کر دیا۔!"

"کب کی بات ہے۔!"

"آج صبح....!"

"اور تم نے اتنی اہم بات بھلا دی تھی۔!" عمران نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"معافی چاہتا ہوں....!"

"پتا نہیں کیا ہوتا جا رہا ہے تم لوگوں کو.... کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا، اور کسی کو کچھ یاد نہیں رہتا۔ بہر حال اُسے دوسرے فرنشڈ کمرے میں منتقل کر دیا یا نہیں۔!"

"دوسرے فرنشڈ کمرے میں۔" بلیک زیرو کے لہجے میں حیرت تھی۔

عمران نے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دی اور اُس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں سے شارٹ سرکٹ ٹی وی سیٹ پر پیٹر کے کمرے کی حالت دیکھ سکتا۔

پیٹر کمرے کے فرش پر چت پڑا نظر آیا۔ اپنے سارے کپڑے اُس نے پھاڑ ڈالے تھے۔

پورے کمرے کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا۔ ایسی توڑ پھوڑ مچائی تھی کہ کسی چیز کو بھی قابل مرمت نہیں چھوڑا تھا۔ عمران نے طویل سانس لی اور اس طرح منہ چلانے لگا جیسے کسی تلخ چیز کا اثر زبان کی جڑ سے چمٹا رہ گیا ہو۔

کچھ دیر بعد وہ قفل کھول کر پیٹر کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ لیکن پیٹر کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ دیکھ کر وہیں ٹھٹک گیا۔ وہ بدستور چپ پڑا اُسے لاتعلقی سے دیکھے جا رہا تھا۔

"پیٹر....!" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ "مجھے تم سے ہمدردی ہے۔!"

"دردی اِے"..... پیٹر کسی بندر کی طرح چچیایا تھا۔ "دردی کیا.... چی.... چی....!"

"چی.... چی....!" عمران نے استفہامیہ انداز میں سر کو جنبش دی۔!

"چرچیاس.... چرلیس....!" پیٹر حلق کے بل بولا۔

"چروس چروس....!" عمران نے پھر سر ہلایا تھا۔

"چر.... راں....!" پیٹر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ چہرے سے نہیں ظاہر ہوتا تھا کہ اُسے اپنی برہنگی کا ذرہ برابر بھی احساس ہو۔

"دیکھو بیٹے.... اگر میں تمہیں جان سے بھی مار دوں تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو گی.... پولیس اب تک جھک مارتی پھر رہی ہے.... اور شہزور نے تو تہلکہ مچا رکھا ہے.... لیکن تم جہاں تھے وہیں ہو۔!"

"چر اس.... چیاس۔!" پیٹر نے اس پر چھلانگ لگا دی.... عمران نے جھک کر اُسے پشت پر لیا تھا اور دوسری طرف الٹ دیا تھا۔!

"چیں.... چیں.... چیں۔!" وہ کسی ہزیمت خوردہ کتے کی سی آواز نکالتا رہا۔ فرش پر سے دوبارہ اٹھنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔

"میں دیکھوں گا کہ یہ ڈھونگ کب تک چلتا ہے۔!" عمران نے کہا اور کمرے سے باہر نکل کر دروازہ دوبارہ مقفل کر دیا۔

اُس کے چہرے پر گہری تشویش کے آثار تھے۔ بلیک زیرو پھر آ ٹکرایا۔

"دیکھا آپ نے....!"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ ڈھونگ ہے یا سچ مچ اس کا دماغ الٹ گیا ہے۔"

"خدا جانے۔!" بلیک زیرو نے کہا۔ "ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ علامہ کیپٹن فیاض کے دفتر میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا ہے۔ کیپٹن فیاض موجود نہیں ہے۔!"

عمران نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ایک لمبی سی "ہوں" کی تھی۔



کیپٹن فیاض سر جھکائے بیٹھا تھا اور علامہ بُری طرح گرج برس رہا تھا۔

"اگر صورت حال یہی رہی تو مجبوراً مجھے براہِ راست وزیرِ اعظم سے گفتگو کرنی پڑے گی۔"

"میں ایک بار پھر آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میرے محکمے کا کوئی آدمی نہ آپ کا تعاقب کرتا ہے اور نہ آپ کی قیام گاہ کی نگرانی کرائی جا رہی ہے۔!"

"اس وقت بھی ایک موٹر سائیکل پیچھے لگی رہی تھی۔!"

"تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ تعاقب کرنے والا باہر آپ کی واپسی کا منتظر ہو گا۔!"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔!"

"ٹھہریئے.... میں خود چیک کروں گا.... لیکن اس کے لئے آپ کو بھی باہر نکلنا پڑے گا.... مطلب یہ کہ جس طرح آئے تھے اُسی طرح روانہ ہو جایئے.... میں دیکھ لوں گا۔!"

"میں سمجھ گیا.... چلئے....!" علامہ اٹھتا ہوا بولا۔

فیاض کو مزید ہدایات نہیں دینی پڑی تھیں۔ علامہ بالکل اُسی طرح رخصت ہوا تھا جیسے کوئی خاص بات نہ ہو۔!

اس کی گاڑی خاصی دور نکل گئی تھی۔ فیاض نے اپنی گاڑی سڑک پر نکالی.... اور اُس کے پیچھے چل پڑا۔

تھوڑی ہی دیر بعد اُسے علامہ پر شدت سے غصہ آیا تھا۔

قریباً ایک میل کا فاصلہ طے کر لینے کے بعد بھی کوئی ایسا نہ دکھائی دیا، جس پر تعاقب کرنے کا شبہ کیا جا سکتا.... اور کسی موٹر سائیکل سوار کا تو دور دور تک پتا نہیں تھا۔

دوڑ جاری رہی.... حتیٰ کہ علامہ اپنی کوٹھی تک پہنچ گیا.... فیاض بھی اپنی گاڑی کمپاؤنڈ

کے اندر لیتا چلا گیا تھا۔

"دیکھا آپ نے ...!" علامہ نے اپنی گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔

"دیکھتا ہی آیا ہوں۔ لیکن مجھے تو کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آیا جس پر شبہ کیا جاسکتا۔ اور خصوصیت سے نہ آپ کے پیچھے کوئی موٹر سائیکل تھی اور نہ میری گاڑی کے پیچھے۔!"

علامہ کچھ نہ بولا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔!

"اور اب کوٹھی کے آس پاس ایسے لوگوں کو بھی تلاش کرونگا جن پر نگرانی کا شبہ کیا جاسکے۔!" فیاض بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔!" علامہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

"آپ اندر تشریف لے چلئے۔!" فیاض نے کہا۔ "میں آس پاس نظر دوڑا کر ابھی آیا۔!"

وہ اپنی گاڑی سے اُتر کر کمپاؤنڈ کے پھاٹک پر آیا تھا۔ یہاں بھی کوئی ایسا نہ ملا جسے فیاض علامہ کے بیان پر فٹ کر سکتا... پھر اُس نے باہر سے کوٹھی کے گرد بھی ایک چکر لگایا تھا اور بے نیل و مرام واپس ہوا تھا۔! آخر یہ حضرت چاہتے کیا ہیں؟ وہ سوچ رہا تھا۔ وزیر اعظم سے شکایت کرنے کی دھمکی دے ڈالی تھی۔!

بہر حال تھا ضرور کوئی چکر.... اور پھر اُسے عمران کا خیال آیا۔ ساتھ ہی علامہ کے وہ شاگرد بھی یاد آئے جنہیں کسی نے گرفتار کر رکھا تھا۔ اور پھر حیرت انگیز طور پر چھوڑ بھی دیا تھا۔!

علامہ اُسے دیکھ کر اٹھتا ہوا بولا۔ "کیا اب مجھ پر دروغ گوئی کا بھی الزام آنے والا ہے۔!"

"بظاہر تو حالات ایسے ہی ہیں۔!" فیاض نے خشک لہجے میں کہا۔

"یعنی کوئی ایسا نظر نہیں آیا۔!"

"جی نہیں....!" فیاض نے کہا۔ "بہر حال آپ غلط نتیجے پر پہنچے تھے۔ اگر کوئی آپ کی نگرانی کرتا بھی رہا ہے تو وہ کم از کم میرے محکمے کا کوئی آدمی نہیں ہو سکتا۔!"

"اگر ایسا ہے تو مجھے اپنے رویئے پر افسوس ہے۔! تشریف رکھئے اور مجھے معاف کر دیجئے۔!"

"لیکن کوئی اور بھی تو آپ کے معاملات میں دل چسپی لے رہا ہے۔" فیاض بیٹھتا ہوا بولا۔

"ہاں.... وہ نامعلوم آدمی جس نے میرے شاگردوں کو قید کر رکھا تھا لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ کون ہے اور کیوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے اور یاسمین کا قتل میرے سر کیوں تھوپنا چاہتا

ہے۔ اگر اُسے کوئی بلیک میلر سمجھ لیا جائے تو آخر مقصد کیا ہے جبکہ ابھی تک اس کا کوئی مطالبہ بھی میرے سامنے نہیں آیا ہے۔"

"میرا محکمہ اس نامعلوم آدمی میں دلچسپی لے رہا ہے۔!"

علامہ کچھ نہ بولا! اُس کی آنکھوں میں فکر مندی جھلک رہی تھی۔

"آپ بھی کسی ایسے آدمی کی نشان دہی نہیں کر سکے جو آپ کو زک دینے کے لئے اس حد تک جا سکے۔!"

"میں کیا بتاؤں۔ جبکہ میں کسی کو بھی اپنا دشمن سمجھنے پر تیار نہیں۔!"

"آپ کے دو شاگردوں کا ابھی تک سراغ نہیں مل سکا۔!"

"شیلا اور پیٹر۔!"

"جی ہاں.... وہی....“ فیاض سر ہلا کر بولا۔ "اور اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُس نے اُن دونوں کو کیوں نہیں چھوڑا۔"

"ہو سکتا ہے وہ دونوں اُس کی دانست میں میرے متعلق دوسروں سے زیادہ معلومات رکھتے ہوں۔!" علامہ مسکرا کر بولا تھا۔

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ دونوں خود ہی روپوش ہو گئے ہوں۔!"

"خدا جانے۔!" علامہ بیزاری سے بولا۔

"شیلا بہر حال ہماری لسٹ پر ہے۔ کیونکہ وہ یاسمین کے گھر والوں کو دھوکے میں رکھ کر ادھر اُدھر لئے پھرتی تھی۔!"

"اُن کے ذاتی معاملات تھے۔!"

"اچھی بات ہے! اب اجازت دیجئے۔" فیاض اٹھتا ہوا بولا۔

"چائے۔!"

"نہیں شکریہ۔! ایک بے حد ضروری کام چھوڑ کر اٹھا تھا۔!"

فیاض پھر آفس کی طرف پلٹا تھا.... جھنجھلاہٹ کا یہ عالم تھا کہ سختی سے دانت پر دانت جما رکھے تھے۔ جبڑے دکھنے لگے تھے۔

سیٹ پر بیٹھنے نہیں پایا تھا کہ سیکریٹری نے اُن لوگوں کی لسٹ پیش کر دی تھی۔ جن کی فون

کالز اس کی عدم موجودگی میں آئی تھیں سب کے اوپر عمران کا نام دیکھ کر بھڑک اٹھا۔

"تم نے ان لوگوں کے فون نمبر نہیں لکھ لئے۔!"

"کسی نے بتایا ہی نہیں جناب۔!"

"تمہیں معلوم کرنا چاہئے تھا۔ ہو سکتا ہے ان میں سے بعض لوگ اہم ہوں۔"

"غلطی ہوئی جناب۔!"

فیاض کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر جلدی سے ریسیور اٹھایا تھا.... اور دوسری طرف سے عمران ہی کی آواز سُن کر طویل سانس لی تھی۔

"کیا بات ہے۔؟" اُس نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"خیریت دریافت کرنے کے علاوہ اور کیا غرض ہو سکتی ہے۔!"

سیکریٹری اب بھی میز کے قریب ہی موجود تھا۔ فیاض نے بائیں ہاتھ سے پنسل اٹھائی اور پیڈ پر کچھ لکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ ساتھ ہی عمران سے کہتا جا رہا تھا۔

"تم بہت بُرا کر رہے ہو۔ پچھتاؤ گے۔!"

"علامہ کیوں آیا تھا۔؟" عمران نے پوچھا۔

"کیا مطلب۔!"

"مجھے اطلاع ملی تھی کہ وہ تمہارے آفس میں بیٹھا ہوا ہے۔!"

"کس سے اطلاع ملی تھی۔!"

"میرے اپنے ذرائع ہیں۔! اگر مناسب سمجھو تو مجھے بھی بتا دو۔!"

فیاض نے بائیں ہاتھ سے لکھی جانے والی تحریر کی طرف سیکریٹری کو متوجہ کیا تھا اور عمران سے بولا تھا۔ "اُسے شکایت ہے کہ میرے محکمے کے لوگ اُس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ کہہ رہا تھا کہ اگر یہ سلسلہ بند نہ کیا گیا تو وہ براہِ راست وزیرِ اعظم سے شکایت کرے گا۔!"

سیکریٹری نے جھک کر تحریر پڑھی تھی اور تیزی سے باہر چلا گیا تھا۔

"تو پھر اب تم کیا کرو گے۔؟"

"کچھ بھی نہیں۔ دیکھا جائے گا۔!"

"حالانکہ میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں کہ تمہارا محکمہ بالکل معصوم ہے۔! بے قصور بے۔ خواہ مخواہ اُس کے جی کو لگا رہا ہے یہ علامہ... زبان سڑ جائے اسکی... تن تن کیڑے پڑیں..!"

"کیوں بکواس کر رہے ہو۔!"

"یقین کرو.. میں جانتا ہوں... تمہارا محکمہ پورے طور پر اس معاملے سے دستکش ہو گیا ہے!"

"ایسا بھی نہیں ہے۔!"

"اچھا تو پھر یہ بات ہو گی کہ تم محض اپنی گرل فرینڈ ڈاکٹر کی حد تک اس معاملے سے دلچسپی لے رہے تھے۔!"

"یہی سمجھ لو.....!" فیاض غرایا۔

"لیکن تم کیوں گئے تھے علامہ کے پیچھے۔!"

"اُوہ.... تو وہ تمہارے آدمی ہیں۔!"

"تم بھی یہی سمجھ لو.....!"

"لیکن مجھے تو کوئی بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔ نہ راستے میں اور نہ علامہ کی کوٹھی کے آس پاس۔!"

"وہ میرے گُر گے ہیں۔ اُن پر سرکاری چھاپ تو ہے نہیں کہ ہر ایک کو دکھاتے پھریں۔!"

"آگ سے مت کھیلو.... اگر اُس نے واقعی شکایت کر دی اور اوپر سے کوئی حکم آ گیا تو تمہارے والد صاحب بھی بے بس ہوں گے۔!"

"یار تم ہر بات پر والد صاحب کا حوالہ کیوں دے بیٹھتے ہو۔!"

"خیر اندیش ہوں اُن کا۔!"

"کیا ابھی تک وہ شخص واپس نہیں آیا جس سے تم نے میرا فون ڈیٹکٹ کرنے کو کہا تھا۔!"

"نہیں۔!" فیاض نے غیر ارادی طور پر کہا اور پھر گڑبڑا کر بولا۔ "کیا کہا تھا تم نے آواز صاف نہیں آئی تھی۔!"

"غزل سرائی جاری رکھو.... اگر ایکس چینج سے میرے فون کے نمبر معلوم کر سکے تو ساڑھے ڈھائی پاؤ موتی چور کے لڈو کھلاؤں گا۔"

"سنجیدگی سے گفتگو کرو.... باز آ جاؤ.... اپنی حرکتوں سے۔!"

"پھر پھانسی کا پھندہ کس کی گردن کے لئے تیار کیا جائے۔!"

"کیا مطلب۔!"

"یاسمین کی موت.... اتفاقیہ نہیں تھی.... یہ ثابت ہو چکا ہے۔!"

"سوتیلی ماں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔!"

"اچھا تو پھر منتظر رہو.... سول پولیس کی ناکامی کے بعد کیس تمہارے ہی پاس پہنچے گا۔"

"یقین کرو.... اسی کا انتظار ہے۔" فیاض غرایا۔

اتنے میں سیکریٹری بھی واپس آ گیا تھا۔ فیاض نے اُس کی طرف دیکھا لیکن اُس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

اور فیاض اچانک بہت زیادہ بھڑک کر بولا۔ "جہنم میں جاؤ۔!"

اُس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔

"ایکس چینج سے کیا معلوم ہوا۔" وہ سیکریٹری کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"ایکس چینج نے معذوری ظاہر کی ہے جناب۔!"

"کیا تم نے محکمے کا حوالہ کوڈ نمبر سمیت نہیں دیا تھا۔!"

"دیا تھا جناب! وہ ڈٹیکٹ نہیں کر سکے۔"

"جاؤ....!" وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ اور سیکریٹری کے جانے کے بعد کرسی کی پشت گاہ سے ٹک کر اس طرح ہانپنے لگا جیسے کوہ پیمائی کے بعد ڈھیر ہو گیا ہو۔ قریباً پانچ منٹ تک یہی کیفیت رہی تھی پھر اُس نے شانوں کو جنبش دی تھی اور گردن جھٹک کر سیدھا ہو بیٹھا تھا۔

پھر فون کی طرف ہاتھ بڑھا کر رحمان صاحب کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔

دوسری طرف سے ان کے سیکریٹری کی آواز سن کر بولا تھا "کیپٹن فیاض! صاحب سے ملاؤ۔!"

"ایک منٹ جناب۔!" دوسری طرف سے آواز آئی اور فیاض انتظار کرتا رہا۔!

"ہیلو....!" رحمان صاحب کی آواز آئی تھی۔!

"فیاض سر....!"

"کیا بات ہے۔!"

"حاضر ہونا چاہتا ہوں۔"

"کوئی خاص بات۔!"

"جی ہاں۔!"

"آجاؤ۔" دوسری طرف سے آواز آئی تھی۔ اور پھر سلسلہ منقطع ہو جانے پر فیاض نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔

آندھی اور طوفان کی طرح رحمان صاحب کے دفتر کی طرف روانہ ہوا۔ عمران کے خلاف بری طرح اُبل رہا تھا۔ دفتر پہنچ کر انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ رحمان صاحب نے فوراً ہی اندر بلوالیا تھا۔

کسی تمہید کے بغیر ہی فیاض نے علامہ کی دھمکی کی کہانی اور اپنی بھاگ دوڑ کی روداد شروع کردی تھی.... رحمان صاحب سکون کے ساتھ سنتے رہے پھر عمران کا ذکر نکلا.... اور بات ختم ہونے تک وہ کچھ بھی نہ بولے۔

"اور کچھ۔" انہوں نے اُس کے خاموش ہونے پر پوچھا تھا۔

"جی نہیں۔"

"کیا علامہ نے عمران کے خلاف شبہ ظاہر کیا تھا۔"

"جج.... جی.... نہیں۔!"

"تو پھر تم اتنے پریشان کیوں ہو۔!"

"عمران نے مجھ سے کہا تھا۔!"

"ظاہر ہے کہ تم علامہ کو اس سے آگاہ نہیں کرو گے۔!"

"یقیناً.... جناب میں نے سوچا کہ آپ کے گوش گذار کردوں.... دراصل بات یاسمین کی موت سے شروع ہوئی تھی۔!"

"میں جانتا ہوں... جب تک کیس باضابطہ طور پر ہمارے پاس نہ پہنچے ہمیں اُس کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہئے... لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم اس میں کیوں دلچسپی لے رہے ہو۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ متعلقہ تھانے کے انچارج کو تم نے اس سلسلے میں کچھ ہدایات بھی دے رکھی ہیں۔!"

فیاض کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں پھوٹنے لگی تھیں۔ اُس نے جیب سے رومال نکال کر پسینہ خشک کیا تھا اور ہکلانے لگا تھا۔ "عم.... عمران نے بتایا تھا کہ....!"

"بس۔!" رحمان صاحب نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اب تم جا سکتے ہو۔! مجھے علم ہے تم کیا نہیں کہنا چاہتے۔ اپنے کام سے کام رکھو۔!"

"بب.... بہت بہتر جناب....!" فیاض اٹھتا ہوا بولا تھا۔

"ٹھہرو....!" رحمان صاحب بولے۔ "اگر علامہ کو عمران سے کوئی شکایت ہوگی تو وہ براہ راست پولیس سے رابطہ قائم کرے گا.... نجی طور پر تمہارے پاس نہیں دوڑا آئے گا۔!"

"جج.... جی ہاں.... یہ بات تو ہے....!"

"بس جاؤ۔!"

فیاض بُری طرح ہانپتا ہوا ڈی۔جی کے آفس سے برآمد ہوا تھا۔



شیلا پھاڑ کھانے کے موڈ میں تھی اور عمران مسمسی صورت بنائے بیٹھا تھا۔! ایسا لگتا تھا جیسے تازہ تازہ یتیم ہوا ہو۔!

"جب ایسی شکل ہو جاتی ہے نا تمہاری تو میرا غصہ فرو ہونے لگتا ہے۔" وہ دانت پیس کر بولی۔

"میں چیز ہی ایسی ہوں کہ مجھ پر غصہ اتارا جاسکے! لیکن بتاؤ مجھے میں کیا کروں۔!"

"یہ مجھ سے پوچھ رہے ہو۔!"

"پھر کس سے پوچھوں! اتنی لمبی چوڑی ہو کہ نہ تمہیں جیب میں رکھ سکتا ہوں اور نہ پاکٹ بک میں۔!"

"میں کچھ نہیں جانتی! آج تمہارے ساتھ ضرور باہر جاؤں گی۔!"

"چلنے کا انداز بدلنے کے لئے جو مشق بتائی تھی وہ بھی نہ ہو سکی ہوگی تم سے....!"

"ہوئی تھی.... یہ دیکھو....!"

وہ کمرے کے ایک سرے سے دوسرے تک چلی گئی تھی اور عمران نے کہا تھا۔ "ہاں.... آں.... کسی حد تک.... اب کچھ باتیں کرو۔!"

"کیوں اُلو بنا رہے ہو۔!"

"ارے واہ.... وہ کھوپڑی ہلنت کنٹرول بھی تو دیکھوں گا۔!"

"ناممکن.... باتیں کرتے وقت سر ضرور ہلے گا۔!"

"کوشش تو کرو کہ نہ ملے....!"

"فضول باتیں نہ کرو.... ہم اُسی میک اَپ میں باہر نکلیں گے جس میں اُس دن تھے۔!"

"اُسے بھول جاؤ....! شہزور جانتا ہے کہ واجد اُس دن بیچ ہوٹل میں کن لوگوں کے ساتھ اور باہر نکلتے ہی غائب ہو گیا تھا۔!"

"تو پھر کوئی دوسرا میک اَپ....!"

"کوئی بپتا پڑتی ہے تو نروس ہو جاتی ہو۔!"

"اب تمہیں ایسی کوئی شکایت نہ ہوگی۔ اتنے دنوں کی قید نے دل کو پتھر کر دیا ہے۔!"

"پیٹر کی دیوانگی کے بارے میں کیا خیال ہے۔!"

"تم زہر کی بقیہ مقدار اُس کے پاس سے بر آمد نہیں کر سکے تھے! ہو سکتا ہے وہی کام آئی ہو۔!"

"بقیہ مقدار سے کیا مراد ہے۔!"

"ہو سکتا ہے ایک خوراک سے زیادہ مقدار رہی ہو۔!"

"نہیں، اُس نے پوری شیشی خالی کر دی تھی شیشی میں نے اُس سے چھین لی تھی.... دراصل اُس زہر کو ایک انگشتری میں بھر کر استعمال کیا جاتا ہے۔ انگشتری بھی اُس نے میرے حوالے کر دی تھی۔!"

"تو پھر بن رہا ہو گا۔!"

"نہیں میرا خیال ہے کہ وہ سچ مچ ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔!"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب تم اُس سے کچھ بھی نہ اُگلوا سکو گے۔!"

"دیکھا جائے گا۔!"

"آخر تم ہو کون اور کیا چاہتے ہو۔!"

"سات سو سترھویں بار یہ سوال کیا ہے تم نے۔!"

"بہر حال جو کوئی بھی ہو بے حد شریف آدمی ہو۔!"

"شہر میں ہماری کمینگی کے ڈنکے بج رہے ہیں اور آپ فرماتی ہیں بے حد شریف آدمی ہو۔!"

"جو تمہیں کمینہ کہتا ہے خود اُس کی سات پشتوں میں کبھی کوئی شریف نہ رہا ہوگا۔!"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ سوئچ بورڈ پر سرخ رنگ کا ایک بلب جلدی جلدی جلنے بجھنے لگا تھا۔

"اُوہ.... میں ابھی آیا....!" عمران دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

شیلا کے کمرے سے نکل کر وہ اُس جگہ پہنچا تھا جہاں سے سگنل دیا گیا تھا۔

بلیک زیرو اُس کا منتظر تھا۔!

"کیا بات ہے....!" عمران نے پوچھا۔

"ابھی ابھی.... اطلاع ملی ہے کہ یاسمین کی بہن بھی مر گئی۔!"

"اُوہ....!" عمران سناٹے میں آ گیا۔

"اور یہ کل شام کا واقعہ ہے! گھر میں زینوں سے اتر رہی تھی۔ لڑکھڑائی اور نیچے چلی آئی۔ لوگ اٹھانے دوڑے.... لیکن وہ مر چکی تھی.... تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔!"

عمران چند لمحے کچھ سوچتا رہا تھا پھر اُس نے فون پر رحمان صاحب کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔!

"ہیلو....!" دوسری طرف سے رحمان صاحب کی آواز آئی۔

"میں بول رہا ہوں جناب! مجھے ابھی ابھی دوسرے حادثے کی اطلاع ملی ہے۔"

"تمہارا یہ طریقہ اب ناقابلِ برداشت ہوتا جا رہا ہے۔" رحمان صاحب کی غصیلی آواز آئی تھی۔

"میں نہیں سمجھا جناب....!"

"کہاں ہو.... مجھ سے فوراً ملو....!"

"بہت بہتر....!"

"میں آفس سے سیدھا گھر جا رہا ہوں۔!"

"ابھی حاضر ہوا۔!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا۔

عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا مقصد کیا ہے.... اس حادثے کے بعد ہی سے رحمان صاحب کی کوٹھی کی کڑی نگرانی ہو رہی ہو گی! یعنی اُس نے ادھر کا رخ کیا اور مارا گیا۔ لیکن اب تو جانا ہی تھا.... روزِ روشن میں وہ راستہ بھی نہیں استعمال کر سکتا تھا جس کے ذریعے اپنے کمرے سے غائب ہو جایا کرتا تھا۔

دفعتاً وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بلیک زیرو اُسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ شاید پہلی بار اُس نے اُسکے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار دیکھے تھے۔

"کوئی خاص بات جناب۔!" اُس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"گھر جارہا ہوں۔!"

"خطرناک۔۔۔۔!" وہ جلدی سے بولا۔ "گھر کے آس پاس تو اُس نے درجن بھر آدمی چھپا رکھے ہوں گے۔!"

"دیکھا جائے گا۔!"

"میک اپ کے بغیر۔"

"یہی سوچا ہے۔"

وہ رانا پیلس سے نکل کھڑا ہوا تھا۔ ریڈی میڈ میک اپ بھی استعمال کرنے کی زحمت نہیں گوارا کی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی اندھی چال چلنے کا ارادہ رکھتا ہو۔!

پیدل ہی روانہ ہوا تھا ایک جگہ رُک کر ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا۔!

چہرے کے عضلات ڈھیلے پڑگئے تھے، آنکھوں میں جھنجھلاہٹ کا شائبہ تک نہیں تھا۔

کچھ دیر بعد ٹیکسی مل گئی تھی اور اُس نے ڈرائیور کو کوٹھی کا پتا بتایا تھا۔

کوٹھی تک پہنچ بھی گیا۔ ٹیکسی کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی تھی۔ سارے اندیشے غلط نکلے تھے یا ٹیکسی کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی تھی۔

رحمان صاحب اچھے موڈ میں نہیں تھے، عمران کو دیکھتے ہی برس پڑے۔!

"تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔!"

"ابھی تک تو کچھ بھی نہیں کر سکا۔!"

"کچھ کر بھی نہیں سکتے۔ وہی ہوگا جو سول پولیس پہلے کرنا چاہتی تھی۔"

"یعنی۔۔۔۔ یاسمین کی سوتیلی ماں کی گرفتاری۔!"

"بالکل۔۔۔۔ اُس کی بہن کی موت۔۔۔۔!"

"کیا کسی نے اُس کو زینوں پر سے دھکا دیتے دیکھا تھا۔!"

"وہ نیچے گرنے سے پہلے ہی مر گئی تھی۔!"

"میں نہیں سمجھا۔"

"زہر۔۔۔۔! لاش کا پوسٹ مارٹم بھی ہوا ہے۔!"

عمران ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

"اور اب یہ کیس میرے محکمے کو ریفر کر دیا گیا ہے۔!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ علامہ کا پیچھا چھوڑ دیا جائے۔"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے۔

"آپ نے زہر کی بات کی تھی۔" عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔

"ہاں زہر.... اُسے کھانسی کی شکایت ہو گئی تھی.... ایک کف سیرپ پی رہی تھی.... اسی میں زہر کی آمیزش پائی گئی۔!

"کف سیرپ اُس کی موت کے بعد ہی ہاتھ آیا ہو گا....!"

"ہاں۔!"

"موت کے بعد پولیس تک اطلاع پہنچنے سے قبل خاصا وقت ملا ہو گا سوتیلی ماں کو....!"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے.... عمران کہتا رہا.... "پہلے ایک حادثہ ہو چکا تھا۔ اس لئے سوتیلی ماں کو اس سلسلے میں محتاط ثابت ہونا چاہیئے تھا۔ پولیس کے پہنچنے سے قبل زہر آمیز کف سیرپ کو شیشی سمیت ضائع کر سکتی تھی۔!"

"میں کب کہتا ہوں کہ مجھے اُس کے مجرم ہونے پر یقین ہے۔!"

"بظاہر حادثاتی موت تھی۔ پوسٹ مارٹم کی تجویز کس کی طرف سے ہوئی۔!"

"ایس پی راشد کا علاقہ ہے۔!"

"اوہ....!"

رحمان صاحب ٹٹولنے والی نظروں سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔ "تو پھر آپ کا محکمہ کیا کرے گا۔!"

"بیگم تصدق کو حراست میں لینا پڑے گا۔!"

"بے حد ضروری ہے۔" عمران بولا۔ "ورنہ شائد تیسرے شکار خود مسٹر تصدق ہوں! کیونکہ اس جرم کو بہر حال بیگم تصدق کے سر تھوپنے کی کوشش کی جارہی ہے۔"

"علامہ والی بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

دفعتاً عمران چونک پڑا تھا۔

"مسٹر تصدق کے فون نمبر ہیں آپ کے پاس!" اُس نے رحمان صاحب سے پوچھا۔

"کیوں۔!"

"ضرورت ہے مجھے۔!"

"تم اب اس معاملے سے الگ ہو جاؤ۔!"

"اب الگ ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہو سکتا ہے! واپسی میں ختم کر دیا جاؤں۔!"

"کیا مطلب.....! اُوہ تو کیا یہ حقیقت ہے کہ علامہ کے شاگردوں کے غائب ہو جانے میں تمہارا ہی ہاتھ تھا۔!"

"جی ہاں۔!"

"شیلا اور پیٹر۔!"

"میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں۔!" عمران نے کہا

"سنو۔! تم میری آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے۔" رحمان صاحب غرائے۔!

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اُن دونوں کے غائب ہو جانے کے بعد ہی میں نے بقیہ لوگوں کو پکڑا تھا۔! لیکن وہ علامہ کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے تھے۔!"

"اب مجھے آخری بات بتادو..... کیا علامہ کسی طرح سر سلطان کے محکمے کی گرفت میں بھی آسکتا ہے۔!"

"فی الحال یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔!"

"تو پھر تم کہاں سے آٹپکے۔!"

"ثریا نے کہا تھا بیگم تصدق اُس کی کوئی سسرالی رشتہ دار ہوتی ہیں۔!"

"مجھے معلوم ہے..... کیا تم صرف ثریا کے کہنے پر.....!"

"جی ہاں بات تو اُسی نکتے سے شروع ہوئی تھی..... لیکن دیکھئے اختتام کہاں ہوتا ہے! ویسے آپ کا محکمہ اپنا کام کرتا رہے اور میں اپنا دیکھوں گا۔!"

"علامہ کے خلاف کتنے ثبوت فراہم کئے ہیں۔!"

"ثبوت ہی تو نہیں فراہم کر سکا ہوں ابھی تک.....!"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"اب تو میرا بھی یہی خیال ہے! بیگم تصدق پر الزام نہ آنے دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن وہ بہر حال دھر لی جائیں گی۔ لہذا میرا انٹرسٹ ختم....!"

"کیا مطلب۔!"

"مطلب یہ کہ اب دوسرا قصہ شروع ہوگا۔ علامہ مجھے قتل کرا دینے کی کوشش کرے گا.. اور مجھے اپنا بچاؤ کرنے کے سلسلے میں جو کچھ بھی کرنا پڑے گا۔ وہ آپ کے محکمے کو پسند نہیں آئے گا۔!"

"میں کہتا ہوں کہ کھل کر بات کرو۔" رحمان صاحب پیر پٹخ کر بولے۔

"اس کیس کے دوران میں دوبار مرتے مرتے بچا ہوں.... ایک بار جب جوزف کی ٹانگ ٹوٹی تھی.... اور دوسری بار جب موٹر ٹریننگ گراؤنڈ میں دھماکے ہوئے تھے۔!"

"ٹریننگ گراؤنڈ کے دھماکے.... وہاں تو خون بھی ملا تھا۔!"

"وہ سر سلطان کے محکمے کے ایک آدمی کا خون تھا۔!"

"کیا مر گیا۔!"

"نہیں زخمی ہے۔ حالت نازک ہے۔!"

"کہیں کوئی رپورٹ درج نہیں کرائی گئی۔!"

"سر سلطان جانیں۔!"

رحمان صاحب نڈھال سے ہو کر بیٹھ گئے تھے۔

پھر اٹھے اور گھنٹی کا بٹن دبا کر دروازے کے قریب ہی کھڑے رہے تھے۔ عمران سر جھکائے بیٹھا تھا۔ گھنٹی کی آواز پر ایک ملازم دوڑا آیا تھا۔

"سارے ملازمین کو یہاں بلاؤ۔" رحمان صاحب نے اُس سے کہا۔

عمران کے کان کھڑے ہوئے تھے اور اُس نے آنکھیں پھاڑ کر رحمان صاحب کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن وہ سختی سے ہونٹ بھینچے خاموش کھڑے رہے۔

جب سارے ملازم وہاں اکٹھا ہو گئے تو انہوں نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "یہ گھر سے باہر قدم نہ رکھنے پائے۔" اور عمران پیٹ پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

ان ملازمین میں سلیمان بھی شامل تھا اور عمران کو عجیب سی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ ادھر عمران کا یہ عالم تھا کہ ہونقوں کی طرح ایک ایک کی شکل تک رہا تھا۔

رحمان صاحب وہاں سے چلے گئے.... لیکن ملازمین وہیں کھڑے رہے۔ انہوں نے اُن سے پھر کچھ کہا بھی نہیں تھا۔

"چھوٹے صاحب۔!" سب سے پرانے ملازم نے کچھ کہنا چاہا تھا۔ لیکن عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اب تو چھوٹے میاں ہی کہو۔!"

"سرکار نے کہیں گلی ڈنڈا کھیلتے ہوئے دیکھ لیا ہوگا۔!" سلیمان نے دوسرے ملازمین کی طرف مڑ کر کہا۔

"تیرا تو بھس کھینچ کر کھال بھر دوں گا.... تیری لگائی ہوئی آگ ہے.... نالائق۔!" عمران اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔ اتنے میں عمران کی کزنس بھی آپہنچیں.... اُن کے پیچھے گلرخ تھی۔

"او گلرخ کی بچی۔!" عمران نے اُسے للکارا۔ "ادھر آ....!"

"جی صاحب....!" وہ سہمی ہوئی آگے بڑھی تھی۔

"یہاں منتقل ہونے کے بعد سلیمان نے ڈیڈی کو اس کی کیا وجہ بتائی تھی۔!"

"ارے بس مجھ سے نہ پوچھئے۔!"

"تیرے علاوہ اور کوئی سچ نہیں بولے گا۔!"

سلیمان نے گلرخ کی طرف دیکھا اور کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ کہنے لگا۔ "پھر کیا بتاتا.... مجھ سے سنیئے.... میں بتاتا ہوں۔!"

"جی نہیں.... آپ خاموش رہیے۔ گلرخ بتائے گی اب بولتی کیوں نہیں۔ اگر یہ تجھے ٹیڑھی آنکھ سے دیکھے گا تو انشاء اللہ زندگی بھر آنکھ ٹیڑھی ہی رہے گی۔"

ملازمین منہ پھیر کر مسکرائے تھے۔

"اے جاؤ.... تم سب.... عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "سلیمان اور گلرخ ٹھہریں۔

پھر اُس نے کزنس سے کہا۔ "آپ لوگ بھی چلئے.... ابھی حاضر خدمت ہوتا ہوں۔!"

وہ بھی ہنستی ہوئی چلی گئی تھیں۔ اب عمران نے اٹھ کر سلیمان کا گریبان پکڑا۔

"ارے تو بتا بھی دے جلدی سے! دو سال پرانی قمیض ہے۔!" سلیمان نے گلرخ سے کہا۔

"صاحب! اس نے بڑے صاحب سے کہا تھا کہ بہت بڑا خطرہ تھا شائد پوری بلڈنگ ڈائنامیٹ سے اڑا دی جاتی۔!"

"کیوں بے۔!" عمران نے گریبان کو جھٹکا دیا۔

"اور کیا کہتا کہ کسی عورت کے ڈر سے بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں۔!"

"کون سی عورت۔!" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"اگر نام پتہ معلوم ہوتا تو خود ہی نہ جا کر ہاتھ پیر جوڑ لیتا۔!"

"کیا بھنگ پی رکھی ہے تو نے۔!"

"عورتوں کے علاوہ تو اور کسی سے بھی اس طرح بھاگتے نہیں دیکھا آپ کو.... اور میں تو یہ سمجھتا تھا شائد نوکروں پر بھی ہاتھ چھوڑ دیتی ہے اسی لئے آپ نے ہمیں فلیٹ سے ہٹا دیا ہے۔!"

"تیرا تو میں قیمہ بناؤں گا۔!"

"آپ کے بغیر دل ہی نہیں لگ رہا تھا یہاں۔ خدا سلامت رکھے سرکار کو میں خاص طور پر دیکھوں گا کہ اُن کے حکم کی تعمیل ہو رہی ہے یا نہیں۔!"

"تو کھڑی سُن رہی ہے اس کی باتیں۔!" عمران گل رخ کی طرف دیکھ کر غرایا۔

"کیا سچ مچ کوئی عورت ہی ہے صاحب۔!" گلرخ نے شرما کر پوچھا۔

"کیا تو بھی تھپڑ کھانا چاہتی ہے۔ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ "چل جلدی سے ٹیلی فون ڈائرکٹری اٹھالا۔"

وہ دوڑتی ہوئی چلی گئی تھی۔ سلیمان خاموش کھڑا رہا۔ عمران کے انداز سے بھی ایسا لگنے لگا تھا جیسے اب اُسے وہاں سلیمان کی موجودگی کا احساس تک نہ ہو! پھر گلرخ کی واپسی ہی پر چونکا تھا۔

اُس کے ہاتھ سے ٹیلی فون کی ڈائرکٹری لیتا ہوا بولا۔ "اب اپنے دُم چھلے سمیت دفع ہو جاؤ یہاں سے۔!"

"صاحب آپ ناراض تو نہیں ہیں اس سے!" اُس نے سلیمان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں نے کہا تھا دفع ہو جاؤ۔!" وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔

اُن کے چلے جانے کے بعد اُس نے ٹیلی فون ڈائرکٹری کی ورق گردانی شروع کی تھی.... مسٹر تصدق کے نمبر مل جانے پر اٹھا تھا اور اُس کمرے میں آیا تھا جہاں فون رکھا تھا۔

نمبر ڈائیل کئے.... دوسری طرف سے کسی عورت کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی تھی۔

"کیا تصدق صاحب تشریف رکھتے ہیں۔!" عمران نے پوچھا۔

"کون صاحب ہیں۔!"

"تصدق صاحب ہی کو بتا سکوں گا۔!"

"وہ موجود نہیں ہیں۔!"

"بیگم تصدق کو بلا دیجئے۔!"

"میں ہی بول رہی ہوں۔!"

"بیگم صاحبہ! میں مسٹر رحمان کے آفس سے بول رہا ہوں۔!"

"نف.... فرمائیے۔!"

"کیا آپ میاں توقیر محمد جھریام کو جانتی ہیں۔!"

"کیوں! نام سنا ہے.... ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"نام کس سے سُنا تھا۔!"

"تصدق صاحب سے.... مرحومہ لڑکیوں کے خالہ زاد بھائی ہیں۔!"

"اُوہ.... یعنی تصدق صاحب کی پہلی بیوی میاں توقیر کی خالہ تھیں۔!"

"جی ہاں....!"

"سگی....!"

"جی ہاں۔!"

"آپ کو اپنے کسی ملازم پر شبہ ہے۔!"

"پہلے ہی پولیس کو بتایا جاچکا ہے کہ ہماری ماما کل دوپہر سے غائب ہے....!"

"یعنی حادثے سے قبل ہی غائب ہوگئی تھی۔!"

"جی ہاں.... کل سہ پہر کو اُسے واپس آنا تھا۔ آج تک نہیں آئی۔!"

"کہاں رہتی ہے۔!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ پولیس کو اپنے گھر پر بھی نہیں ملی۔!"

عمران ان کے سوال کو نظر انداز کر کے بولا۔"میاں توقیر کے اور کسی قریبی عزیز کا نام بتا سکیں گی۔!"

"میں اُن لوگوں سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتی! آپ تصدق صاحب سے براہِ راست

معلومات حاصل کیجئے۔!"

"بہت بہتر.... شکریہ۔!" عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر طویل سانس لی تھی۔!



ایئر پورٹ سے سیدھی وہ علامہ کے گھر پہنچی تھی۔ رات کے آٹھ بجے تھے.... جیسے ہی علامہ کے پاس اُس کا کارڈ پہنچا تھا وہ خود ہی اُس کی پذیرائی کے لئے برآمدے میں نکل آیا تھا۔

"خوش آمدید.... فرحانہ....!" اُس نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔

"بڑی تھکن محسوس کر رہی ہوں۔ ایئر پورٹ سے سیدھی ادھر ہی چلی آئی ہوں۔!"

"چلو.... اندر چلو۔!"

وہ سٹنگ روم میں آئے تھے۔

"مشن کامیاب رہا ہے۔!" وہ بیٹھتی ہوئی بولی۔

"مجھے ہمیشہ سے تمہاری صلاحیتوں پر اعتماد رہا ہے۔!"

"اُس نے شادی کی درخواست پیش کر دی ہے۔!"

"زندہ باد....!"

"لیکن اب کیا ہوگا۔!"

"شادی....!" علامہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔!

"جی....!" فرحانہ جاوید بوکھلا کر اٹھ گئی۔

"بیٹھو.... بیٹھو! اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔!"

"مم.... میں.... نہیں۔!" وہ نڈھال سی ہو کر صوفے پر گر پڑی۔

"اوہ.... کیا ہو رہا ہے تمہیں....!" علامہ اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔ فرحانہ کے اعضاء میں تشنج سا ہونے لگا تھا۔ پیشانی پسینے سے بھیگ گئی تھی۔

"فرحانہ۔!" علامہ نے جھک کر اُسے آواز دی۔

"جی....!" وہ نحیف سی آواز میں بولی۔

"تمہیں کیا ہو رہا ہے۔!"

"م.... میں.... اب مر جانا چاہتی ہوں۔!"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔!"

"یقین کیجئے۔! آپ کی زبان سے یہ سننے کے بعد زندہ رہنے کی خواہش نہیں رہی۔!"

"آخر کیوں۔!"

"اس لئے کہ آپ کے علاوہ اور کسی مرد کا تصور میرے قریب بھی نہیں پھٹکا....!"

"م.... میرا.... تصور۔!" علامہ کی زبان لڑکھڑا گئی۔

"جی ہاں۔!" فرحانہ کی آواز گھٹنے لگی تھی۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔!"

"میں دل کی گہرائیوں سے کہہ رہی ہوں۔ کبھی زبان نہیں کھولی لیکن اب میری برداشت سے باہر ہے۔ یا آپ یا کوئی نہیں.... اُس سے بہتر تو موت ہوگی کہ میں خود ہی اپنے ہاتھوں.... اپنے جذبات کا گلا گھونٹ دوں۔!"

"میں نے تو تمہارے مستقبل کے لئے ایک خواب دیکھا تھا۔!"

"اسے خواب ہی رہنے دیجئے! اگر حقیقت بنا تو میں بے موت مر جاؤں گی۔!"

علامہ کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے اور خود اُسکی پیشانی سے بھی پسینہ پھوٹ رہا تھا۔!

"تت.... تم نے مجھے دشواری میں ڈال دیا ہے فرحانہ.... میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں.... لیکن....!"

"کیا میں کسی قابل نہیں ہوں۔!"

"یہ بات نہیں ہے! تمہیں اپنا کر مجھے بے حد خوشی ہوتی۔ لیکن میں ایک بدنصیب آدمی ہوں۔!"

"میں تو ایسا نہیں سمجھتی۔!"

"کاش! تمہیں پہلے ہی سے میرے اس ذہنی مرض کا علم ہوتا۔!"

"کس ذہنی مرض کا۔!"

علامہ کوئی جواب دیئے بغیر مڑا اور تھکے تھکے قدموں سے چلتا ہوا اُس کرسی کی طرف آیا جس پر کچھ دیر پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ بے سدھ سا ہو کر کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

"کیسا ذہنی مرض..... مجھے بتایئے نا۔!" فرحانہ اٹھتی ہوئی بولی۔

اب وہ اس کے قریب فرش پر آبیٹھی تھی۔

"تت..... تم نہیں سمجھ سکتیں۔!"

"آپ بتایئے بھی تو.....!"

"سس..... ساری دیسی عورتیں مجھے اپنی مائیں اور بہنیں لگتی ہیں۔ ان سے شادی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔!"

علامہ کی شخصیت ہی بدل کر رہ گئی تھی۔ اتنی ذرا سی دیر میں برسوں کا بیمار نظر آنے لگا تھا۔ سارے کپڑے پسینے سے تر ہو گئے تھے۔

"تو پھر..... مجھے میاں توقیر سے شادی پر مجبور نہ کیجئے! آپ نہیں تو کوئی بھی نہیں..... قبل اس کے کہ کسی دوسرے کا ہاتھ.....!"

"خاموش رہو..... خدا کے لئے ذرا دیر خاموش رہو..... یہاں سے ہٹ جاؤ..... وہیں بیٹھو جہاں بیٹھی ہوئی تھیں۔!"

فرحانہ نے فوراً تعمیل کی تھی اور پُر تشویش نظروں سے اُس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

علامہ نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "اگر یہ بات تھی تو تم اس کام کے لئے تیار کیوں ہو گئی تھیں۔!"

"کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ آپ کے کسی حکم کی تعمیل نہ کی ہو! لیکن تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ سچ مچ اُس سے شادی بھی کرنی پڑے گی۔!"

"سنو.....!" علامہ سیدھا ہو کر بیٹھتا ہوا بولا۔ "یہ تمہاری صلاحیتوں پر منحصر ہے کہ تم اُسے اپنے قریب بھی نہ آنے دو اور وہ ناگواری بھی نہ محسوس کرے... صرف چند دن.. اور اُس کے بعد اُس کا خاتمہ..... پہلے تو میں نے یہی سوچا تھا کہ کوئی ٹائم بم اُسکے چیتھڑے اڑا دے گا لیکن پھر خیال آیا کہ اتنی بڑی جائیداد خواہ مخواہ ضائع ہو جائے گی۔ کیوں نہ وہ اپنے ہی کسی آدمی کے ہاتھ لگے۔ نزدیک یا دور کا کوئی بھی ایسا عزیز زندہ نہیں ہے جسے اُس کے ترکے کا چھوٹا سا حصہ بھی پہنچ سکے۔!"

ایک ٹھنڈی سی لہر فرحانہ کے جسم میں دوڑ گئی۔

علامہ کہتا رہا۔ "سب کچھ تمہارا ہو گا..... صرف تمہارا..... میری طرف دیکھو! کیا تم سمجھتی ہو کہ تمہارے توسط سے میں اُس کی دولت بھی ہتھیانا چاہتا ہوں۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ علامہ نے کہا۔ "ہر گز نہیں.... اگر کبھی ایک حبہ بھی طلب کروں تو کتے کا پلہ سمجھنا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا۔"

"خیر.... ہاں تو تم نے اُس کی درخواست پر کیا کہا تھا۔!"

"اس قسم کی کوئی بات آپ ہی سے کی جائے۔!"

"گڈ....! میں ایسی صورت میں یہی چاہتا۔ تم بہت ذہین ہو فرحانہ.... کیڑوں مکوڑوں سے بہت بلند....!"

"لیکن.... لیکن....!"

"سنو...." دفعتاً وہ آہستہ سے بولا۔ "مجھ پر اعتماد کرو.... نکاح کے فوراً بعد ہی وہ بیمار ہو جائے گا اور تم محفوظ رہو گی.... ہو سکتا ہے وہی بیماری موت کا سبب بن جائے۔!"

فرحانہ ایک بار پھر کانپ اٹھی۔

ٹھیک اُسی وقت فون کی گھنٹی بجی تھی۔ علامہ نے اٹھ کر ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو۔!"

"علامہ دہشت....!" آواز نسوانی تھی۔

"ہاں میں ہی بول رہا ہوں.... کون ہے....!"

"میں یاسمین کی روح بول رہی ہوں۔!"

"کیا مذاق ہے؟.... کون ہے....؟"

"تمہارا باپ پیر علی ایک دیندار آدمی تھا.... اُس کی روح تمہاری حرکات سے خوش نہیں ہے.... یقین کرو.... میں یاسمین کی روح ہوں کل شام میری بہن بھی میرے پاس پہنچ گئی ہے.... تمہارا بہت بہت شکریہ۔!"

"بکواس بند کرو....!" علامہ حلق پھاڑ کر دہاڑا.... اور ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔! وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

"کیا بات ہے.... کیا ہوا....!" فرحانہ اٹھ کر اُس کے پاس آکھڑی ہوئی۔

"کچھ نہیں۔! کوئی شرابی تھا! یا کوئی بیہودہ اسٹوڈنٹ.... مجھ سے پوچھ رہا تھا.... اُوہ بیہودہ

نہیں کا.... بد تمیز۔!"

"کیا پوچھ رہا تھا۔!"

"تم کیا سمجھتی ہو.... میں کوئی بیہودہ بات کسی خاتون کے سامنے دہراؤں گا۔!"

"اُوہ.... معاف کیجئے گا۔!"

"اچھا اب تم جاؤ.... آرام کرو.... لیکن ٹھہرو.... تم نے جس یورپین عورت کا ذکر اپنے خط میں کیا تھا.... وہ واپس چلی گئی یا ابھی جھریام ہی میں مقیم ہے۔!"

"وہ ابھی وہیں قیام کرے گی۔!" فرحانہ نے بیزاری سے کہا۔

"تم نے یہ تو نہیں محسوس کیا کہ وہ تمہاری ٹوہ میں رہتی ہو۔!"

"نہیں میں نے ایسی کوئی بات محسوس نہیں کی۔!"

"خوبصورت ہے۔!"

"میں نے کم ہی یورپین عورتیں اتنی خوبصورت دیکھی ہوں گی۔!"

"اچھا.... اچھا! خدا حافظ....!" علامہ نے کہا تھا اور اُس کے ساتھ برآمدے تک آیا تھا۔ ڈرائیور کو آواز دے کر کہا تھا۔ "مس صاحب کو ان کے گھر پہنچا آؤ۔!"

اندر واپس آرہا تھا کہ پھر فون کی گھنٹی کی آواز سنائی دی۔!

تیزی سے سٹنگ روم میں داخل ہو کر ریسیور اٹھایا تھا۔!

"یاسمین کی روح۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

اس بار علامہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اور اُس نے کہا تھا۔ "تم جو کوئی ہو.... میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔!"

"میں یاسمین کی روح ہوں.... اور یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ابھی تک وہ ماما عالم ارواح میں نہیں پہنچی جس نے میری بہن کو میرے پاس پہنچانے میں مدد دی تھی۔!"

"تم کس وہم میں مبتلا ہو۔ تم نے میرے دو شاگردوں کو ابھی تک روک رکھا ہے۔! یہ اچھی بات نہیں۔!"

"پیر علی کے بیٹے! تم خود کسی وہم میں مبتلا ہو۔ اور یہاں عالم ارواح میں افواہ گردش کر رہی ہے کہ عنقریب تم بھی یہیں پہنچنے والے ہو۔ پیر علی جیسا صابر و شاکر بندہ تمہاری وجہ سے بارگاہ

اوندی میں سخت شرمندہ رہتا ہے۔!"

"بکواس بند کرو۔!" علامہ حلق پھاڑ کر دہاڑا تھا۔

لیکن دوسری طرف سے کھنکتی ہوئی سی آواز سنائی دی تھی۔!

"یہ یاسمین کی آواز نہیں ہے۔!" علامہ نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"عالمِ ارواح میں بہتیری تبدیلیاں ہو جاتی ہیں۔ یہاں جسم تو ہے نہیں کہ آواز کو من و عن ہیئت میں برقرار رکھ سکے۔ بہر حال تمہاری آمد آمد کا شہرہ ہے یہاں۔!"

"اُس سے پہلے تو جائے گا۔ بلیک میلر۔!"

"پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔!"

"میں نے تجھے اپنا فیصلہ سنا دیا۔!" کہہ کر علامہ نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

اُس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ آنکھوں سے برسوں کا بیمار لگنے لگا تھا۔!

فون کی گھنٹی پھر بجی.... اُس نے عجیب سی نظروں سے فون کی طرف دیکھا تھا.... ویسے ہچکچاہٹ کے آثار بھی اُس کے چہرے سے عیاں تھے.... ہاتھ آہستہ آہستہ ریسیور کی طرف بڑھا.... جھٹکے کے ساتھ اُس نے ریسیور اٹھایا تھا۔!

"ہیلو۔!" اس بار اُس کی آواز حیرت انگیز طور پر بدلی ہوئی تھی۔!

"پروفیسر صاحب تشریف رکھتے ہیں۔!" دوسری طرف سے مردانہ آواز آئی۔

"آپ کون صاحب ہیں۔!"

"میں نے پوچھا تھا کہ کیا پروفیسر صاحب تشریف رکھتے ہیں۔!"

"جی نہیں! آپ کا نام.... کوئی میسج....!"

"براہِ راست گفتگو کرنی تھی۔!"

"نام جناب۔!"

لیکن جواب ملنے کی بجائے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔!

اُس نے بھی ریسیور رکھ دیا اور نڈھال سا ہو کر آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔!

آنکھیں بند تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے آنکھیں کھولی تھیں اور آہستہ سے بڑبڑایا تھا۔" پیر علی کے بیٹے! پپ

پیر علی کے بیٹے .... کون جانتا ہے۔ کیا وہ بلیک میلر .... پیس کر رکھ دوں گا۔!"

دفعتاً اُس کی آنکھیں شعلوں کی طرح دہکنے لگی تھیں .... پیشانی کی رگیں ابھر آئیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے اپنی راہ میں حائل ہونے والے پہاڑوں کو بھی ریزہ ریزہ کر کے رکھ دے گا۔!



عمران فون کا ریسیور رکھ کر مڑا تھا۔ پیچھے بلیک زیرو کھڑا نظر آیا۔

"کوئی خاص بات۔!"

"جی ہاں! خاور کی اب تک کی رپورٹ کا ماحصل یہ ہے کہ وہ شخص خواہ کہیں بھی جائے اُس کی واپسی ستنام ہاؤز ہوتی ہے! اور وہ اس وقت بھی ظفر الملک کے بنگلے کے قریب موجود ہے۔ ڈورا کرسٹی اور مائیکل کا تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچا تھا۔!"

"اوہ .... تو وہ خود ہی پہنچ گئی ظفر کے پاس۔!"

"جی ہاں ....!"

"خیر دیکھوں گا۔!" عمران نے کہا۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ میاں توقیر کچھ دنوں کے لئے غائب ہو جائیں۔!"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔!"

"رانا پیلس میں بڑی سمائی ہے۔!"

عمران کچھ نہ بولا .... رحمان صاحب نے اُس پر کوٹھی ہی تک محدود رہنے کی پابندی لگائی تھی۔ لیکن سر شام ہی کسی نہ کسی طرح ملازموں کو ڈوج دے کر نکل بھاگا تھا۔ اور اس وقت بھی اسے اپنے آس پاس کوئی ایسا آدمی نہیں دکھائی دیا تھا جس پر تعاقب کرنے والے کا شبہ کیا جاسکتا۔!"

"پیٹر کا کیا حال ہے۔!" اُس نے پوچھا۔

"فی الحال تو پُر سکون نظر آرہا ہے۔ چپ چاپ پڑا رہتا ہے۔ کھانا پینا قطعی ترک کر دیا ہے۔!"

"خصوصی نگہداشت کی ضرورت ہے! خیال رکھنا اور اب خاور سے کہہ دو کہ اگر اس آدمی کی

واپسی ستنام ہاؤز میں ہوتی ہے تو اب اس کی نگرانی کی ضرورت نہیں۔!"

"کیوں....؟ میں نہیں سمجھا جناب۔!"

"جس کے لئے کام کر رہا ہے اُس تک اُس کی پہنچ نہیں معلوم ہوتی۔ لہذا اُس پر وقت صرف کرنا بیکار ہے۔! وہ ستنام ہاؤز ہی میں کسی کو رپورٹ دیتا ہے اور وہ اس رپورٹ کو آگے بڑھا دیتا ہوگا۔ لہذا اہپی شہزور تک رسائی اُس کے توسط سے ممکن نہیں۔!"

"اگر اہپی شہزورا اتنا محتاط نہ ہوتا تو کبھی نہ کبھی ہمیں بھی اس کی ہوا لگی ہی ہوتی۔!" بلیک زیرو نے کہا۔

عمران کچھ نہ بولا! وہ پھر کسی کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔ بلیک زیرو کمرے سے چلا گیا۔

"ہیلو....! کون صاحب ہیں۔!" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"سلمانی....!"

"میں ذہنی مریض ہوں....!" عمران بولا۔

"اوہ.... میرے دوست....! کیا کوئی اچھی خبر سناؤ گے۔!"

"ہم کہاں مل سکیں گے۔!"

"کہیں بھی نہیں! فی الحال میں کسی کو اپنی شکل نہیں دکھا سکتا۔!"

"کیوں؟ خیریت تو ہے۔!"

"میرے چہرے پر لمبی لمبی خراشیں ہیں....! وہ پاگل ہوتی جارہی ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔!"

"کیا کوئی نیا مہمان وارد ہوا ہے۔!"

"نہیں تو.... سلمانی کی آواز آئی "اُس مردود کا کہیں پتا نہیں.... شائد اسی لئے وہ ایک خونخوار بلی بن گئی ہے۔!"

"لیکن میرا خیال ہے کہ ایک نیا آدمی تمہاری کوٹھی میں دیکھا جارہا ہے۔!"

"کون ہے....!"

"وہ جس کے دائیں گال پر لمبا سا چوٹ کا نشان ہے۔!

"اوہ.... وہ تو میرا پی اے ساجد ہے۔!"

"تمہارا پی اے....!"

"ہاں.... ساجد.... قریباً دس سال سے میرے پاس ہے....! ستنام ہاؤز ہی کے ایک حصے میں اُسے جگہ بھی دے رکھی ہے۔!"

"کیا آجکل اُس سے کسی کی نگرانی کرا رہے ہو۔!"

"نہیں تو.... سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... کیا مجھے پیری میسن سمجھ رکھا ہے تم نے۔!"

"تو پھر میرے آدمی کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔!" عمران طویل سانس لے کر بولا۔

"وہ میرا ایک قابل اعتماد ملازم ہے۔!"

"اچھا شکریہ....!" کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

وہ فکر مند نظر آنے لگا تھا....! دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں یا تو ساجد تھیلما کو رپورٹ دیتا تھا یا براہِ راست ملوث تھا۔ اس طرح کہ سلمانی کو آج تک اس کی خبر ہی نہ ہو سکی ہو۔!

اُس نے پر تفکر انداز میں دوبارہ فون کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا اور اس بار گھر کے نمبر ڈائیل کیے تھے۔ گھنٹی بجتی رہی۔ کوئی ریسیور اٹھانے والا نہیں تھا! اور کم از کم یہ رحمان صاحب کی کوٹھی کے لئے ناممکنات میں سے تھا۔

"ہیلو۔!"

عمران آواز نہیں پہچان سکا تھا! کچھ اسی طرح کی لرزش تھی اُس آواز میں۔!

"کون ہے۔!" عمران نے پوچھا۔

"اوہ صاحب جی! غضب ہو گیا! میں گلرخ ہوں۔!"

"کیا غضب ہو گیا بتاتی کیوں نہیں۔!"

"چوکیدار کی کوٹھری میں زبردست دھماکہ ہوا ہے۔ پتا نہیں بیچارہ زندہ ہے یا مر گیا! سب ادھر ہی دوڑ گئے ہیں۔!"

"ڈیڈی کہاں ہیں....!"

"وہیں ہیں.... سب ادھر ہی گئے ہیں.... میں اور اماں بی ادھر ہیں اماں بی کی حالت خراب ہو گئی ہے۔!"

"میں ابھی آیا....!" عمران ریسیور رکھ کر دروازے کی طرف جھپٹا تھا۔

بہت جلدی میں بلیک زیرو کو کچھ ہدایات دی تھیں اور رانا پیلس سے گھر کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔ کار کی بجائے گیراج سے موٹر سائیکل نکالی تھی۔ اس وقت اسے میک اپ کا خیال آیا تھا اور نہ عاقبت اندیشی ہی کا ہوش تھا۔ بس جلدی گھر پہنچ جانا چاہتا تھا۔!

کوٹھی کے سامنے ایک جم غفیر نظر آیا۔ مسلح پولیس کے جوانوں نے دور تک سڑک کا گھیراؤ کر لیا تھا۔ بدقت تمام پھاٹک تک پہنچ سکا! رحمان صاحب وہیں موجود تھے۔

اُسے دیکھتے ہی مضطربانہ انداز میں بولے۔ "چلے گئے تھے تو پھر واپس آنے کی کیا ضرورت تھی! جاؤ۔!"

"ذرا اندر چلئے۔!" عمران بولا۔

وہ تیزی سے عمارت کی طرف مڑے تھے۔ عمران اُن کے پیچھے چل رہا تھا۔!

دونوں اندر آئے۔!

"چوکیدار کا کیا حشر ہوا.....!" عمران نے پوچھا۔

"خوش قسمت تھا کہ دھماکے سے ذرا ہی دیر پہلے کچن کی طرف چلا گیا تھا۔!"

"اب کہاں ہے۔!"

"پوچھ گچھ کے لئے علیحدہ لے جایا گیا ہے۔!"

"کیا کوٹھری مقفل کر کے کچن کی طرف گیا تھا۔!"

"نہیں۔"

"ٹائم بم۔"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" رحمان صاحب اُسے بغور دیکھتے ہوئے بولے۔ "کیا تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔!"

"شہزور نامی کسی ہپی کے بارے میں کوئی ریکارڈ ہے آپ کے محکمے کی تحویل میں۔!"

"میں نہیں جانتا۔!"

"یہ بات مجھے کس سے معلوم ہو سکے گی۔!"

"فیاض سے..... لیکن یہاں کسی ہپی کا کیا ذکر۔!"

"وہ علامہ کے غائب ہو جانے والے شاگردوں میں دلچسپی لے رہا ہے! اور اُسے میری

تلاش ہے!اس رات موٹر ٹریننگ گراؤنڈ میں اُسی سے ٹکراؤ ہوا تھا۔!"

"علامہ..... میری سمجھ سے باہر ہے۔!"

"بیگم تصدق کی ماما کا سراغ ملا یا نہیں۔!"

"نہیں۔!"

"بیگم تصدق کو حراست میں لے لیجئے۔!"

"کیوں....؟جب تک ماما کا سراغ نہ ملے ضروری نہیں سمجھتا۔"

"معقول رقم دے کر اُسے روپوشی پر آمادہ کر لیا گیا ہوگا۔!"

"تو اب تم بھی یہی کہہ رہے ہو حالانکہ آج ہی بیگم تصدق کی موافقت میں بولتے رہے تھے۔!"

"ضابطے کی کارروائی نہ کی گئی تو علامہ کی طرف سے توجہ ہٹانے کے لئے اُس کا ہمدرد شہزور.... نہ جانے کیا کیا کر گذرے گا۔!"

"تو تم اس دھماکے کو بھی اُسی سے متعلق سمجھ رہے ہو۔!"

"جی ہاں....!وہ چاہتا ہے کہ میں کسی طرح سامنے آؤں!ورنہ آپ اپنے چالیس سالہ ملازم چوکیدار کو کوئی ایسا تخریب کار سمجھ لیجئے جس نے کسی خاص مقصد کے تحت اپنی کوٹھری میں آتش گیر مادہ چھپا رکھا تھا۔!"

"میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔!" رحمان صاحب نے کہا۔ پھر چونک کر اُسے گھورتے ہوئے بولے۔ "تمہیں یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔"

"میری موٹر سائیکل باہر کھڑی ہے.... اُسے کمپاؤنڈ میں منگوا لیجئے گا.... نمبر ایکس وائی تین سو بارہ ہے۔!"

"اور تم....!"

"کسی طرح نکل جاؤں گا.... موٹر سائیکل یہیں رہے گی۔!"



ڈورا کرسٹی اور مائیکل ظفر الملک کے بنگلے سے برآمد ہوئے تھے.... اور اُن کا تعاقب شروع ہو گیا تھا! تعاقب کرنے والے نے اُن کی گاڑی اسٹارٹ ہوتے ہی اپنی موٹر سائیکل سنبھال لی

تھی۔۔۔ لیکن جیسے ہی اُسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھنا چاہا تھا کسی نے ڈوونیا کی باڑھ کے پیچھے سے نا پر چھلانگ لگائی تھی اور کیریئر پر بیٹھا ہوا بولا تھا۔ "چلتے رہو۔!"

"ک۔۔۔۔ کون ہو تم۔۔۔۔!"

"دوست۔۔۔۔! چلو کہیں وہ ہماری نظروں سے اوجھل نہ ہو جائیں۔!"

ہچکچاہٹ کے ساتھ اُس نے موٹر سائیکل آگے بڑھائی تھی۔۔۔۔ تعاقب جاری رہا۔!

اور بالآخر اگلی گاڑی اُسی عمارت کے سامنے جا رکی تھی جہاں ڈورا کرسٹی کا قیام تھا۔!

"اب جدھر میں کہوں گا اُدھر چلو۔" تعاقب کرنے والے کے پیچھے بیٹھے ہوئے اجنبی نے کہا۔

"کیا میں تمہیں جانتا ہوں۔!" تعاقب کرنے والے نے پوچھا۔

"نہیں! تم مجھے نہیں جانتے۔!"

"تو پھر۔۔۔۔!"

"تو پھر کیا! مجھ سے جو کچھ کہا گیا ہے میں کر رہا ہوں۔" اجنبی نے جواب دیا۔

"کس نے کہا ہے۔!"

"بحث کرو گے مجھ سے۔!"

تعاقب کرنے والے نے موٹر سائیکل سڑک سے نیچے اتار کر روک دی۔۔۔۔! یہاں اندھیرا اور سناٹا تھا۔!

"یہ کیا کر رہے ہو۔!" اجنبی نے پوچھا۔

"تمہاری شکل دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔۔!" تعاقب کرنے والے نے کہا۔۔۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں کوئی سخت سی چیز اُس کے داہنے پہلو سے چبھنے لگی تھی اور اجنبی بولا تھا۔ "غالباً میں نے کہا تھا کہ جدھر میں کہوں ادھر چلو۔۔۔۔!"

"ک۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔۔!"

"یہ میری انگلی نہیں ریوالور کی نال ہے۔!"

"اوہ۔۔۔۔ لیکن کیوں۔۔۔۔!"

"جہاں لے چلوں چپ چاپ چلتے رہو۔ وجہ بھی بتادی جائے گی۔۔۔۔! کیا تم ایڈووکیٹ سہانی کے پی اے نہیں ہو۔!"

"ہاں.... تو پھر....!"

"چلو۔!" اجنبی نے ریوالور کی نال کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "جدھر سے آئے ہو.... اُدھر ہی بائیک موڑلو۔!"

تعاقب کرنے والے نے تعمیل ہی کرنے میں عافیت سمجھی تھی۔!

کچھ دیر بعد ساجد نے پوچھا تھا۔ "آخر مجھے کہاں لے جاؤ گے۔!"

"تم لے جارہے ہو مجھے۔!" اجنبی بولا۔

"لفٹ لینے کا حیرت انگیز طریقہ ہے مسٹر.... اور اگر دوسری کوئی بات ہے تو یہ بتادوں کہ میرے پرس میں زیادہ رقم نہیں ہے! اور کلائی پر گھڑی بھی نہیں ہے۔!"

"کلائی پر گھڑی نہ ہونا میرے لئے حیرت انگیز ہے۔!" اجنبی نے کہا۔!

"جہاں اُترنا ہو بتادینا.... میں بھی خاصا زندہ دل ہوں۔!"

"اگر زندہ دل آدمی ہو تو سیدھے ستنام ہاؤز ہی کی طرف نکل چلو۔!"

"کک.... کیا مطلب۔!"

"تم وہیں تو جارہے ہو۔!"

"تم کیا جانو.... آخر تم ہو.... کون....!"

"رُکنے کی ضرورت نہیں.... چلتے رہو۔!" اجنبی نے ریوالور کا دباؤ بڑھا کر یاددہانی کرائی۔

"یہی بتادو.... آخر چکر کیا ہے۔!"

"تمہیں اس کام پر کس نے لگایا ہے اور کیوں....؟"

"کمال ہوگیا.... نہ لفٹ لینا چاہتے تھے اور نہ مجھے لوٹنا چاہتے تھے.... بس یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ مجھے کس نے اس کام پر لگایا ہے۔!"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔!"

"اور اگر میں یہ پوچھوں کہ تمہیں اس سے کیا سروکار۔!"

"تو میں صاف صاف بتادوں گا کہ ڈورا کرسٹی میرے باس کی محبوبہ ہے اور میرا باس یہ ضرور جاننا چاہے گا کہ اُس کا کوئی رقیب تو نہیں پیدا ہوگیا۔" اجنبی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ.... تو یہ بات ہے....!"

"اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔!" اجنبی بولا۔

"تمہارا باس کون ہے۔!"

"تھوڑی دیر میں میرے والد کا نام بھی پوچھو گے۔!"

"بہت تنک مزاج معلوم ہوتے ہو۔!"

"مناسب یہ ہوگا کہ ہم کہیں بیٹھ کر کافی کا ایک ایک کپ پئیں۔!" اجنبی بولا۔!

"اچھا خیال ہے! اس طرح میں جلد از جلد تمہاری شکل بھی دیکھ سکوں گا۔" ساجد نے کہا "تم تو میرے کوائف سے بھی بخوبی واقف معلوم ہوتے ہو۔!"

"ٹپ ٹاپ کی طرف چلو۔!"

"بہ.... بہت مہنگی جگہ ہے۔!"

"اخراجات میرے ذمے....!" اجنبی بولا۔

"اور اسی طرح ریوالور کی نال پر لے چلو گے۔!"

"ریوالور کی نال نہیں ہٹا سکتا۔! ویسے تم مطمئن رہو۔ کوئی تیسرا اُسے نہیں دیکھ سکے گا۔!"

ٹپ ٹاپ کی کمپاؤنڈ میں پہنچ کر ساجد نے اجنبی کی شکل دیکھی تھی اور ایک سرد سی لہر اُس کے پورے جسم میں دوڑ گئی تھی۔ بڑی خوفناک آنکھیں تھیں۔ بھدی سی موٹی ناک کے نیچے اتنی گنجان مونچھیں تھیں کہ دہانہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔!

"اندر چلو...." وہ غرایا تھا۔

"جو کچھ پوچھنا ہو.... یہیں پوچھ لو.... میں اندر نہیں جاؤں گا! یہاں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو مجھے اچھی طرح پہچانتے ہوں گے۔!"

"تو پھر اس سے کیا فرق پڑے گا۔!"

"میں ایڈووکیٹ نادر سلمانی کا پرسنل اسسٹنٹ ہوں! بہتیرے جج اور وکیل مجھے اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ اُن سے یہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ میری حیثیت اتنی نہیں ہے کہ میں ایسی جگہوں پر دیکھا جا سکوں۔!"

"اور تم یہ نہیں چاہتے کہ یہ بات سلمانی تک پہنچے۔!"

"ظاہر ہے۔!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ڈورا کی نگرانی خود سلمانی نہیں کرا رہا۔!"

"ہرگز نہیں۔!"

"تو پھر۔!"

"بیگم صاحبہ.... سلمانی صاحب کو اس کا علم نہیں۔!"

"ہوں.... وہ کیوں اس کی نگرانی کرا رہی ہیں۔!"

"میں نہیں جانتا۔!"

"اچھا تو پھر تم نے ہوٹل سے اُن دونوں کا تعاقب کیوں کیا تھا۔!"

"اُن میں ایک ڈاڑھی والا ہپی بھی تھا.... دراصل وہ ڈورا کرسٹی کی نگرانی اس لئے کرا رہی ہیں کہ اُس کے ایک ملنے والے کا پتہ معلوم کر سکیں۔ انہوں نے بتایا تھا کہ وہ ڈاڑھی والا ایک ہپی ہے۔ بہرحال جب میں نے انہیں اس کا حلیہ بتایا تو انہوں نے کہا کہ وہ نہیں ہو سکتا۔!"

"بات کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی ہے۔!" خوفناک شکل والا اجنبی سر ہلا کر بولا۔ "خیر.... تو کیا تم نے اُس ہپی کو ستنام ہاؤز میں کبھی نہیں دیکھا جس کا پتہ تھیلما معلوم کرنا چاہتی ہے۔!"

"نہیں.... میں نے ستنام ہاؤز میں کبھی کوئی ہپی نہیں دیکھا۔!"

"کوبرا کہلاتا ہے۔!"

"پہلی بار نام سُن رہا ہوں....!"

"خیر.... تو تم اس ملاقات کا ذکر تھیلما سے نہیں کرو گے۔! میرا باس سمجھتا تھا کہ کوئی مرد ہے تمہاری پشت پر.... لیکن ہپی والا چکر بھی میرے باس کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔!"

"تمہارا باس کون ہے....!"

"اس کی فکر نہ کرو.... یہ لو.... رکھو.... جہاں دل چاہے کافی پی لینا۔!" اجنبی نے پرس سے پچاس کا ایک نوٹ کھینچا اور اُس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا "اگر اس ہپی کا سراغ مل جائے تو مجھے بھی مطلع کرنا.... اس طرح تم سو سو کے پانچ کڑکڑاتے ہوئے نوٹ کما سکو گے۔!"

ساجد نے اُس کے ہاتھ سے نوٹ جھپٹتے ہوئے کہا۔ "تم سے کس طرح رابطہ قائم کر سکوں گا۔!"

"ڈھمپ میرا نام ہے.... اور یہ فون نمبر....!"

اُس نے اُسے ایک کارڈ دیا تھا جس پر صرف فون نمبر چھپا ہوا تھا۔

"اور ہاں!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اگر میں نہ ملوں تو پیغام دے دینا۔!"

"ایسا ہی ہوگا۔!"

"ایک بار پھر آگاہ کردوں کہ تھیما کو ہماری ملاقات کا علم نہ ہونے پائے۔!"

"مطمئن رہو.....!"



اُس رات شہر میں کئی جگہ دھماکے ہوئے تھے! اور پولیس ہیڈ کوارٹر اپنے دوسرے معاملات کو التوا میں ڈال کر اُن کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔!

لوگ خوفزدہ تھے..... ان دھماکوں سے زیادہ تر سرکاری افسروں کو نقصان پہنچا تھا۔ اس لئے پولیس نے وطن دشمن اور تخریب کار عناصر کی تلاش شروع کردی تھی۔ سابقہ خراب ریکارڈ رکھنے والے افراد کو بھی گرفتار کرلیا گیا تھا۔ لیکن رحمان صاحب کا محکمہ شہزور نامی کسی ہپی کی تلاش میں تھا۔ ویسے وہاں اُس کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں تھا۔

فیاض کو حیرت تھی کہ آخر یہ نیا نام کہاں سے آٹپکا۔ لیکن چونکہ ہدایت براہِ راست رحمان صاحب کی طرف سے جاری ہوئی تھی اس لئے چوں وچرا کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی تھی۔

خود فیاض کو دفتر چھوڑنا پڑا تھا اور اَب اسے بڑی شدت سے عمران کی ضرورت محسوس ہورہی تھی۔

ادھر عمران دوسرے چکروں میں تھا۔ کچھ ہی دیر پہلے سائیکو مینشن کے آپریشن روم میں جولیا کا پیغام موصول ہوا تھا جسے ڈی کوڈ کرنے کے بعد دوبارہ پڑھ رہا تھا۔!

پیغام کے مطابق میاں توقیر نے فرحانہ جاوید سے شادی کی درخواست کی تھی۔ اور جلد ہی اُس کے گارڈین علامہ دہشت کی خدمت میں بھی حاضری دینے والے تھے۔ کیونکہ اُن کی درخواست پر فرحانہ نے یہی مشورہ دیا تھا۔ میاں توقیر کی خواہش ہے کہ جولیا بھی اُن کے ساتھ چلے.... روانگی کا دن مقرر نہیں ہو سکا تھا۔! وقت کا تعین ہوتے ہی اطلاع دی جائے گی۔

سائیکو مینشن سے عمران رانا پیلس پہنچا تھا..... اور بلیک زیرو کو طلب کر کے اُسے جولیا کا

پیغام سنایا تھا۔

"بقول آغا حشر۔ چڑیا پھدک کر باز کے پنجے میں آگئی۔! مجھے پہلے ہی خدشہ تھا۔!" بلیک زیرو کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اسی لئے میں نے میاں توقیر کی گمشدگی پر زور دیا تھا۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ تمہاری تجویز کو بروئے کار کیسے لایا جائے۔!"

"راستے ہی سے لے اڑیں۔!"

"یہ صرف اُسی صورت میں ممکن ہوگا جب ٹرین سے سفر کیا جائے!اگر فشیالا کے ہوائی اڈے سے روانہ ہوئے تو یہاں کے ایئرپورٹ ہی پر اُن سے ملاقات ہو سکے گی.... ویسے میرا یہی اندازہ ہے کہ میاں توقیر ٹرین میں وقت نہیں ضائع کریں گے۔!"

"یہاں کے ایئرپورٹ پر بھی کوشش کی جاسکتی ہے۔!"

"اُسی صورت میں جب میاں توقیر علامہ یا فرحانہ کو اپنی آمد سے مطلع کئے بغیر روانہ ہو جائیں گے۔!"

"جولیا تو ہمیں روانگی کے وقت سے ضرور مطلع کر دے گی۔!"

"دیکھا جائے گا۔!" عمران نے شانوں کو جنبش دی۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "اب یہ سارے معاملات تم سنبھالو گے۔ میں تو چلا۔ فون پر رابطہ رکھوں گا۔!"

پھر اُس نے اُسے ساجد سے متعلق ہدایات دی تھیں اور ڈھمپ کے نام اُس کی کسی متوقع فون کال کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا تھا۔ "اُس کا وہ پیغام ریکارڈ کر لینا۔!"

"بہت بہتر۔!"

پھر وہ پیٹر کے کمرے میں آیا تھا جس کی حالت پہلے سے مختلف نظر آرہی تھی.... عمران کو اُس نے اس طرح دیکھنا شروع کیا تھا جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو....!

"کیا حال ہے....!" عمران نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے.... خدا کا شکر ہے.... میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔!"

"تم مجھے کیا پہچانو گے۔ بہت چھوٹا سا تھا جب مجھے دیکھا تھا تم نے۔!"

"خدا جانے....! مجھے کچھ بھی یاد نہیں.... یہ بھی نہیں جانتا کہ میں کون ہوں.... اور کہاں ہوں....!"

عمران نے اُسے گھور کر دیکھا تھا لیکن اُس کا چہرہ سپاٹ نظر آیا۔ آنکھوں سے لاتعلقی ظاہر ہو رہی تھی۔!

"پھر اب کیا خیال ہے....!" وہ کچھ دیر بعد بولا۔

"خیال.... کیسا خیال....!"

"شائد تمہیں شراب نہیں ملی۔!"

"شراب، نہیں تو.... میں شراب نہیں پیتا! مجھے نہیں یاد پڑتا کہ کبھی پی ہو۔!"

"یہاں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔!"

"قطعی نہیں.... لوگ بہت مہربان ہیں.... کہتے ہیں کہ جب تم اچھے ہو جاؤ گے تو تمہیں باہر ٹہلنے کی اجازت مل سکے گی۔!"

عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلایا تھا اور واپسی کے لئے مڑ گیا تھا۔

شیلا کے پاس پہنچا تو وہ اس طرح منہ پھلائے بیٹھی نظر آئی جیسے اس کا قانونی حق رکھتی ہو۔!

"برقعے میں چلنا پڑے گا میرے ساتھ۔!" عمران کھنکار کر بولا۔

"بس اتنی سی بات....! میں تو سمجھی تھی شائد ٹکڑے ٹکڑے کر کے کسی پیٹی میں رکھو گے اور وہ پیٹی تمہیں اپنے سر پر اٹھانی پڑے گی۔!"

"میں ڈاڑھی اور شیروانی میں کیسا لگوں گا۔!"

"بہت اچھے.... دونوں اس سج دھج سے نکلیں گے اور تم راہگیروں کو روک روک کر کہنا ....ایک عرض ہے جنابِ عالی ٹرین پر سفر کر رہے تھے کسی نے جیب سے بٹوا نکال لیا.... ساری رقم اور ریل کے ٹکٹ اُسی میں تھے.... لاکھ کہا ٹکٹ چیکر کو لیکن اُس نے یقین نہ کیا۔ گاڑی سے اُتار دیا.... واپسی کے لئے مدد کی درخواست ہے۔!"

"اگر تمہاری خواہش یہی ہے تو اس کے لئے بھی تیار ہوں لیکن اب دیر نہ کرو۔!"

"کیا تم برقعے کی بات سنجیدگی سے کر رہے تھے۔!"

"ہاں.... یہی مناسب ہوگا....!"

"کہاں چلو گے....!"

"لمبا پروگرام ہے.... باتیں پھر ہو جائیں گی۔!"

پھر اُس نے بلیک زیرو سے پیٹر کو سائیکو مینشن منتقل کر دینے کے لئے کہا تھا۔ اور شبہ ظاہر کیا تھا کہ وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔!

"بن رہا ہے جناب....!" بلیک زیرو نے کہا۔

"حقیقت بھی ہو سکتی ہے....! سائیکو مینشن کے اسپیشلسٹ ہی فیصلہ کر سکیں گے۔!"

"بہت بہتر.... آج ہی منتقل کر دیا جائے گا۔!"



دو دن شہر میں مختلف جگہوں پر دھماکے ہوئے تھے۔ اور تیسرا دن پُر سکون گذر گیا تھا۔ چوتھی رات علامہ باہر جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی تھی۔ ناگواری کے آثار اُس کے چہرے پر ظاہر ہوئے تھے لیکن اُس نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔

"میں فرحانہ بول رہی ہوں جناب....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوہ.... اچھا.... کیا بات ہے....!"

"مم.... میں بہت خائف ہوں جناب....!"

"تم.... خائف ہو...." علامہ کے لہجے میں حیرت تھی۔ "کس سے....!"

"میں نے.... ابھی ابھی اُس لڑکی کو دیکھا ہے۔!"

"کس لڑکی کو....!"

"وہ جو اچانک مر گئی تھی.... یاسمین.... یاسمین....!"

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے....!"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ خواب نہیں دیکھا.... اور نہ کوئی نشہ کرتی ہوں۔ ابھی پندرہ منٹ پہلے کی بات ہے.... سفید لبادے میں ملبوس تھی۔ میرے پائیں باغ میں.... اور اُس کے جسم سے ہلکی ہلکی روشنی پھوٹ رہی تھی۔!"

"کیا تم اُس سے بہت زیادہ متاثر تھیں۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"پھر وہ تمہارے پائیں باغ میں کیا کر رہی تھی....!"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔!"

"کچھ بولی تھی۔"

"نہیں جناب! لیکن ایسا لگتا تھا جیسے کسی قسم کا اشارہ کر رہی ہو۔!"

"محض واہمہ.... اپنے ذہن کو فضولیات سے متاثر نہ ہونے دو....! روح جسم کے بغیر محض ایک تصور ہے! اگر مذہبی نکتہ نظر سے دیکھو تب بھی کسی روح کی دوبارہ تجسیم صور پھونکے جانے سے قبل ممکن نہیں۔!"

"بہت بہت شکریہ جناب۔!"

علامہ ریسیور کریڈل پر رکھ کر برآمدے میں نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد اُس کی گاڑی یونیورسٹی کیمپس کی طرف جارہی تھی اور وہ خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔

اس کا چہرہ پر سکون نظر آرہا تھا۔ اس عجیب وغریب اطلاع پر وہ آج کسی قسم کے ذہنی انتشار میں مبتلا نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ اُس رات جب فون پر یاسمین کی روح سے ہم کلام ہوا تھا تو اس کی حالت غیر ہو گئی تھی۔

فرحانہ جاوید سچ مچ خوفزدہ نظر آئی۔ چہرے کی رنگت زرد ہو گئی تھی۔

"تم نے وہ بھوت کس جگہ دیکھا تھا۔!" علامہ نے اُس سے پوچھا۔

فرحانہ نے پائیں باغ کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔

"تو اُس نے تمہیں کسی قسم کا اشارہ کیا تھا۔!"

"جی ہاں....!"

"اُس کے بعد.... لیکن ٹھہرو.... وہاں تو اندھیرا ہے۔ برآمدے کی روشنی اُس جگہ تک نہیں پہنچ رہی۔!"

"میں نے شائد آپ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ خود اُس کے جسم سے ہلکی ہلکی روشنی پھوٹ رہی تھی اور اُس روشنی میں وہ پوری طرح دکھائی دیتی تھی۔ پھر دفعتاً غائب ہو گئی تھی۔!"

"تم نے جسم سے پھوٹنے والی روشنی کا ذکر کیا تھا۔ بہر حال تم اسے واہمہ سمجھنے پر تیار نہیں ہو!"

"جی نہیں.... قطعی نہیں.... میں نے جاگتی آنکھوں سے دیکھا تھا۔!"

"چلو.... وہاں چلتے ہیں۔ دیکھیں شائد قدموں کے نشانات بھی چھوڑ گئی ہو۔ اگر وہ مجسم تھی تو قدموں کے نشانات بھی ہوں گے۔!"

"اس وقت ادھر جانے کی ہمت نہیں کر سکتی۔ کل دن میں دیکھ لوں گی۔!"

"میں ساتھ ہوں تمہارے۔ بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔!"

وہ نہیں مانی تھی۔ برآمدے میں کھڑی رہی تھی۔ اور علامہ ٹارچ روشن کئے ہوئے جھاڑیوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔ بہت غور سے آس پاس کی زمین کا جائزہ لیتا رہا۔ لیکن کسی قسم کے بھی نشانات نہ مل سکے۔ تھک ہار کر پھر برآمدے میں واپس آگیا۔

"اگر اُسے بھوت تسلیم بھی کر لیا جائے تو تمہارے بنگلے میں اُس کا کیا کام۔!" علامہ نے کچھ دیر بعد کہا۔

"میں خود نہیں سمجھ سکتی جناب۔!"

"تمہیں شائد علم نہیں ہے کہ یہاں کا ایک بلیک میلر میرے پیچھے پڑ گیا ہے اور اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ کسی طرح یاسمین کی موت کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دے۔!"

"وہ کون ہے۔!"

"خدا جانے.... بلیک میلر کبھی اپنی اصل شخصیت نہیں ظاہر کرتے۔!"

"آخر وہ کس بناء پر کہہ سکتا ہے کہ یاسمین کی موت کے ذمہ دار آپ ہیں۔!"

"یہی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اور اگر اُسے بھان متی کا تماشہ ہی دکھانا تھا تو مجھے دکھاتا.... تمہیں کیا سروکار ان باتوں سے۔!"

"تو کیا سچ مچ.....!" وہ جلدی جلدی سانس لیتی ہوئی بولی۔

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو.... اُس کی موت سے مجھے کیا فائدہ پہنچتا۔!"

"چلئے.... اندر بیٹھئے.... میں کافی بناتی ہوں۔!"

"کیا وہ بوڑھی عورت آج کل نہیں ہے جو کچن میں کام کرتی تھی۔!"

"اُسے ملیریا ہو گیا تھا۔ میں نے آرام کرنے کو کہا ہے۔!"

"اس لئے خود ہی سارے کام کر رہی ہو۔!"

"مجبوری ہے۔!"

وہ اُسے سٹنگ روم میں لائی تھی اور خود کچن کی طرف چلی گئی تھی۔

علامہ خاموش بیٹھا سٹنگ روم میں رکھی ہوئی آرائشی مصنوعات کا جائزہ لیتا رہا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی تھی اور وہ چونک اٹھا تھا۔ ہاتھ بڑھایا تھا ریسیور کی طرف اور پھر رُک گیا تھا۔ گھنٹی بجتی رہی۔ آخر فرحانہ ہی دوڑتی ہوئی کال ریسیو کرنے آئی تھی۔

"ہیلو۔" وہ ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولی۔ "جی ہاں.... فرمایئے۔ اُوہ.... جی ہاں.... تشریف رکھتے ہیں بہتر ایک منٹ۔!"

پھر اُس نے ریسیور علامہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ کی کال ہے۔!"

"میری کال.... یہاں؟.... کون ہے۔!"

"کوئی خاتون ہیں....!"

علامہ نے بُرا سا منہ بنا کر اُس کے ہاتھ سے ریسیور لیا تھا! اور اپنا نام بتا کر دوسری طرف سے کچھ سننے کا منتظر رہا تھا۔!

"پروفیسر۔" نسوانی آواز آئی تھی۔ "میں تمہیں نظر نہیں آؤں گی.... لیکن تم سے تعلق رکھنے والے دوسرے لوگ مجھے دیکھتے رہیں گے۔"

"تم جو کوئی بھی ہو! مجھے باور نہیں کرا سکتیں کہ تم یاسمین کی روح ہو.... لہذا یہ ڈرامہ ختم کرو.... اور مجھے بتاؤ کہ تم کیا چاہتی ہو۔!"

"میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ وہ جو دنیا میں رہ گئے ہیں تمہاری دستبرد سے محفوظ رہیں۔"

"بڑا نیک خیال ہے.... لیکن تم یہ نیک کام کس طرح انجام دو گی۔!"

"تمہارا وہ شکار محفوظ ہو گیا ہے۔ جسے شادی کے لئے مارنے کا ارادہ رکھتے تھے۔!"

"کیا بات ہوئی....!"

"اگر یہ بات نہ ہوتی پروفیسر تو میں اس وقت فرحانہ کے بنگلے میں کیوں نظر آتی.... میں تم سے بہت قریب ہوں۔!"

علامہ نے کنکھیوں سے فرحانہ کی طرف دیکھا تھا! اور وہ جلدی سے بولی تھی۔ "اوہ میں چلوں ہانڈی اُبل گیا ہو گا۔!"

وہ چلی گئی اور علامہ پھر روح کی بات سننے لگا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "اس طرح فرحانہ بھی

محفوظ ہو گئی ہے۔!"

"کیا میں اسے مجذوب کی بڑ سمجھوں....!" علامہ جھنجھلا کر بولا۔

"نہیں....! یقین کر لو کہ میں یاسمین ہوں! اور عالم ارواح سے بول رہی ہوں ورنہ تمہاری دنیا میں کون جانتا ہے کہ تم پیر علی کے بیٹے ہو۔!"

"مت بکواس کرو... مت بکواس کرو!" دفعتاً علامہ کے پورے جسم میں تھرتھری پڑ گئی تھی۔

"اب تمہیں میاں توقیر کا سراغ نہیں مل سکے گا۔!"

"شٹ اپ....!" علامہ حلق پھاڑ کر دھاڑا تھا۔

اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔

وہ ریسیور رکھ کر لڑکھڑاتا ہوا صوفے تک آیا۔ لیکن فون کی طرف ایسی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا جیسے حقیقتاً اُس میں سے کوئی غیر مرئی شے نکل کر مادی ہیئت اختیار کر لے گی۔

فرحانہ ٹرالی دھکیلتی ہوئی سٹنگ روم میں داخل ہوئی تھی.... اُس کی آہٹ پر وہ چونکا تھا اور وہ اُسے حیرت سے دیکھتی ہوئی بولی تھی۔ "آپ.... آپ ٹھیک تو ہیں۔!"

"ہاں.... آں....!" اُس نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

"کوئی بُری خبر تھی؟"

"یاسمین کی روح فون پر مجھ سے مخاطب تھی۔!"

"نہیں۔!" فرحانہ چلتے چلتے رُک گئی۔

"اونہہ.... کیا اہمیت ہے اس کی.... کافی پلاؤ....!" علامہ نے کہا اور جیب سے رومال کھینچ کر چہرے کا پسینہ خشک کرنے لگا!

"فون پر کیا کہہ رہی تھی۔" فرحانہ نے پوچھا۔

"میاں توقیر کو میری دستبرد سے محفوظ رکھنا چاہتی ہے! لہٰذا اب مجھے اُس کا سراغ نہیں ملے گا۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"ختم کرو.... کافی لاؤ۔!"

فرحانہ نے کافی انڈیل کر پیالی اُس کی طرف بڑھائی تھی۔

ایک گھونٹ لے کر پیالی میز پر رکھتا ہوا بولا۔ "تو وہ کل یہاں پہنچ رہا ہے۔!"

"خط میں یہی لکھا تھا۔ لیکن یہ نہیں لکھا تھا کہ قیام کہاں کرے گا۔!"

"ہمیشہ کانٹی نینٹل میں ٹھہرتا ہے.... میں جانتا ہوں.... لیکن مجھے یقین ہے کہ مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا۔!"

"ک.... کیوں....!"

"روح اپنا کام کر چکی ہے۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"وہ بلیک میلر.... شیلا اور پیٹر کا سراغ آج تک نہیں مل سکا! وہ دونوں اُسی کے قبضے میں ہیں۔!"

فرحانہ کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہوئی تھی اور چہرہ کھل اٹھا تھا۔

علامہ نے یہ تبدیلی محسوس کرلی اور اُسے ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے اس نوعیت کا خاموش اظہارِ مسرت اُسے ذرہ برابر بھی پسند نہ آیا ہو۔

"تم اس پر خوش ہو رہی ہو۔!"

"بہت زیادہ.... اپنی پسند یا کچھ بھی نہیں۔!"

"میں آدمی سے مایوس ہوتا جا رہا ہوں۔!"

"کیوں جناب۔!"

"کسی قسم کی بھی تربیت اُسے جذبات کی غلامی سے رہائی نہیں دلا سکتی۔"

فرحانہ کچھ نہ بولی۔ علامہ نے خاموشی سے کافی ختم کی تھی اور اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"کیا آپ ناراض ہیں مجھ سے۔!" فرحانہ گھگھیائی۔

لیکن وہ کچھ کہے بغیر باہر نکلا چلا آیا تھا۔ فرحانہ بھی پیچھے پیچھے آئی تھی۔ وہ گاڑی میں بیٹھا انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی بیک کر کے کمپاؤنڈ سے نکالی۔ فرحانہ جہاں تھی وہیں دم بخود کھڑی رہی۔

گاڑی سڑک پر پہنچتے ہی تیز رفتاری سے مغرب کی جانب روانہ ہو گئی۔ دیوانوں کی طرح ڈرائیونگ کر رہا تھا اور ساتھ ہی بڑبڑاتا بھی جا رہا تھا۔ "تف ہے میری زندگی پر.... ابھی تک اُس مردود کو تلاش نہیں کر سکا۔ جاگ شہزور.... جاگ.... شہزور....!"

وہ اتنے زور سے چیخا تھا کہ بالآخر اُسے کھانسی آ گئی تھی۔!

کار خاصی تیز رفتاری سے سڑکیں ناپتی رہی۔ پھر شائد اُس نے اُسے کسی خاص راستے پر ڈال دیا تھا۔ اس گاڑی میں اندر اور باہر کئی عقب نما آئینے لگے ہوئے تھے۔ ان کی موجودگی میں خواہ کسی بھی انداز میں تعاقب کیا جاتا علامہ کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکتا۔!

شائد اس ویران سڑک پر آنکلنے کا یہی مقصد تھا کہ وہ تعاقب کرنے والوں پر نظر رکھ سکے۔!

تھوڑی دیر بعد اُس نے گاڑی پھر شہر کی طرف موڑ دی تھی۔ اطمینان ہو گیا تھا کہ اُس کا تعاقب نہیں کیا جا رہا اور پھر شہر کی جاگتی جگمگاتی ہوئی سڑکوں سے گذرتے وقت ایک بار پھر اُس پر بڑبڑاہٹ کا دورہ پڑا تھا۔

"علامہ کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا.... اور شہزور فولاد کی چٹان ہے۔ فولاد کی چٹان ہے.... آخری آدمی.... توقیر زندہ نہیں رہ سکتا.... خواہ سات پردوں میں چھپا دیا جائے.... نہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... اگر وہ بلیک میلر میری اصلیت سے واقف ہو گیا ہے تو کیا فرق پڑتا ہے اس سے.... وہ کسی طرح بھی اسے ثابت نہیں کر سکے گا.... اور اب میں اُسے بھی دیکھوں گا....!"

گاڑی اُس کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی.... اور پھر اچانک اُسے معلوم ہوا کہ اب ایک گاڑی اُس کا تعاقب کر رہی ہے۔

وہ زہریلی ہنسی کے ساتھ بولا تھا۔ "آؤ.... آؤ.... آج تمہاری شامت ہی آ گئی ہے۔ تم جو کوئی بھی ہو....!"

کچھ دور چلنے کے بعد اُس نے اچانک بریک لگائے تھے.... اور پچھلی گاڑی نے ہارن دینا شروع کر دیا تھا۔! پھر وہ تھوڑی سی کترا کر اُس کی گاڑی کے قریب ہی سے آگے نکل گئی۔

ڈرائیو کرنے والے کی پشت ہی دیکھ سکا۔ اب وہ خود اُس گاڑی کا تعاقب کر رہا تھا.... اور پھر تھوڑی دیر بعد اُس پر ہنسی کا دورہ پڑا تھا.... کیونکہ اُس نے ایک موڑ پر ڈرائیور کی شکل دیکھ لی تھی۔ وہ کوئی عورت تھی....! اور عورت بھی.... سفید فام۔!

اُس نے ہونٹوں پر زبان پھیری اور دونوں گاڑیوں کا فاصلہ کم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اور پھر ایک جگہ موقع دیکھ کر اپنی گاڑی اُس سے آگے نکال لے گیا۔

"اوہ.... تو یہ ہے۔!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا تھا۔ گاڑی آگے نکالتے وقت اُس نے اُس کی
شکل دیکھ لی تھی۔!
لیکن وہ اُس کا تعاقب کیوں کر رہی تھی۔ بحیثیت علامہ دہشت وہ اُس کے واقفوں میں سے
نہیں تھی.... ! پھر۔؟ ایک بڑا سا سوالیہ نشان ذہن میں ابھرا تھا۔!
اپنی کوٹھی کے قریب پہنچ کر اُس نے گاڑی روکی تھی اور اترنے بھی نہیں پایا تھا کہ پچھلی
گاڑی قریب ہی آ رکی۔
عورت نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا۔ "بد تمیزی ضرور ہے لیکن کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ
یہ گاڑی کس کی ہے۔!"
علامہ نے چونک کر اپنی گاڑی کو دیکھا تھا اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا تھا۔!
"آپ کیوں پوچھ رہی ہیں۔!" علامہ نے سنبھل کر سوال کیا۔
"میرا خیال ہے کہ یہ میرے ایک دوست کی گاڑی ہے۔!"
"تو پھر.... مجھے اعتراف ہے کہ یہ گاڑی میری نہیں ہے۔!"
"کس کی ہے۔؟"
"آپ کے دوست کی؟" علامہ مسکرایا تھا۔
"کیا نام ہے اُس کا؟"
"کمال ہے آپ اپنے دوست کا نام بھی نہیں جانتیں۔!"
"میں اُسے کوبرا کے نام سے جانتی ہوں۔!"
"کیوں نہ ہم اندر چل کر اس سلسلے میں گفتگو کریں۔!"
"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔!" عورت بھی گاڑی سے اترتی ہوئی بولی۔
"آیئے....!" علامہ پھاٹک کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔
وہ اُسے سٹنگ روم میں لایا تھا۔
"میرا نام تھیلما نادر ہے....!"
"اور میں دہشت ہوں....!"
دونوں نے مصافحہ کیا تھا....! اور تھیلما اُسے بغور دیکھتی ہوئی بولی تھی۔ "مجھے اپنے دوست

کی تلاش ہے! وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔!"

"لیکن میں کسی کوبرا کو نہیں جانتا۔!"

"تم نے کہا تھا کہ وہ گاڑی تمہاری نہیں ہے۔!"

"ہاں میرے ایک دوست کی ہے.... اور وہ یہیں میرے ساتھ مقیم ہے۔ اس وقت غالباً لائبریری میں ہو گا۔!"

"کیا وہ کوئی ہپی ہے۔!"

"ہاں ہے تو ہپی ہی۔!"

"تمہاری طرح مضبوط اور قد آور۔!"

"ہاں.... وہ ایسا ہی ہے۔!"

"خدا کے لئے مجھے اُس سے ملوادو.... میرے پاس اُس کے لئے ایک اہم خبر ہے۔!"

"اچھی بات ہے.... آپ یہیں بیٹھئے....! میں اُسے بھیجتا ہوں" علامہ نے کہا اور اٹھ کر اندر چلا آیا۔!

دس منٹ کے اندر اندر شہزور بن کر اس نے انٹرکوم پر کسی ملازم کو مخاطب کیا تھا.... اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا تھا۔

"سٹنگ روم میں ایک انگریز عورت بیٹھی ہوئی ہے.... اسے لائبریری کے دروازے تک پہنچا کر واپس چلے جاؤ۔!"

اس کے بعد وہ دروازے کے قریب ہی آ کھڑا ہوا تھا۔ قدموں کی چاپ سن کر دروازہ کھولا تھا اور تھیلما کا ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچ لیا تھا۔! وہ اس کے بازوؤں میں آ گری۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی غرائی۔

"اوہ.... ڈارلنگ.... مجھے معاف کر دو.... میں نے تمہاری گاڑی پہچان لی تھی اس شریف آدمی نے اعتراف کر لیا کہ تم اس کے گھر میں موجود ہو۔!"

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ کبھی میری ٹوہ میں نہ رہنا۔!"

"دل سے مجبور ہوں اور میں تمہیں ایک اطلاع بھی دینا چاہتی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی بتانا چاہتی تھی جو کچھ بھی ہوا اس میں میرا قصور نہیں تھا۔ اگر تم مجھے حالات سے آگاہ کر دیتے تو۔!"

"اسے بھول جاؤ۔!" وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔!" کیا اطلاع دینا چاہتی تھیں۔!"

"ایک آدمی تمہارے متعلق پوچھ گچھ کرتا پھر رہا ہے....!"

"کون آدمی ہے۔!"

"میں نے اسے نہیں دیکھا....!" نادر کے پی اے ساجد سے پوچھ گچھ کی تھی اور اسے پچاس روپے دیئے تھے اور کہا تھا کہ اگر وہ تمہیں ڈھونڈ نکالنے میں کامیاب ہو گیا تو مزید پانچ سو روپے دے گا۔!

"او ہ تو ساجد کو اس نے اپنا نام اور پتہ بھی بتایا ہو گا؟"

"بتایا تھا.... مجھے تو یاد نہیں رہا۔ اسے یاد ہو گا۔!"

"کیا ساجد نے مجھے کبھی دیکھا ہے۔!"

"ضرور دیکھا ہو گا۔ ستنام ہاؤز ہی کے ایک حصے میں تو رہتا ہے۔!"

"خیر میں دیکھوں گا.... اب تم اس آدمی کی بات کرو۔ جو میرے آدمی کو تمہاری تحویل سے لے گیا تھا۔!"

"وہ معاملہ ہی میری سمجھ میں نہیں آسکا۔! جو ذہنی مریض بن کر آیا تھا وہ ڈاکٹر برنارڈ کو زخمی کر کے اٹھا لے گیا۔!"

"اور تم نے اسے وہ جگہ بھی بتادی تھی جہاں ہم آخری بار ملے تھے۔!"

"میں ہوش میں کب تھی۔!"

"تمہیں کیا ہوا تھا۔!"

"ڈاکٹر برنارڈ کو زخمی کرنے کے بعد اس نے مجھے بے بس کر دیا تھا اور اس کے بعد اتنا ہی یاد ہے کہ اس نے کوئی چیز میرے بازو میں انجکٹ کی تھی....!"

تھیلما اچانک خاموش ہو کر شائد سوچنے لگی تھی کہ اس جھوٹ کو کس طرح آگے بڑھائے۔

"خاموش کیوں ہو گئیں۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انجکشن کے بعد کیا ہوا تھا.... ہو سکتا ہے اسی دوران میں اس نے مجھ سے تمہارے بارے میں سب کچھ پوچھ لیا ہو.... مجھے بتاؤ کیا وہ اس جگہ پہنچ گیا تھا جہاں ہم آخری بار ملے تھے۔!"

"ہاں پہنچ گیا تھا۔!" وہ اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"تب تو پھر اسی انجکشن کے زیرِ اثر میں نے اسے سب کچھ بتادیا ہوگا۔! کیونکہ مجھے کچھ یاد نہیں کہ اُس کے بعد کیا ہوا تھا۔ اور سنو میں تم سے کچھ بھی نہیں چھپانا چاہتی.... اس آدمی نے مجھے چرس کا ایکسٹریکٹ بھی بھجوایا تھا۔ جسے میں آج کل استعمال کر رہی ہوں.... ورنہ تمہارے منہ پھیر لینے کے بعد مر ہی جاتی.... میں نہیں جانتی کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔؟"

"تب تو وہ تم سے ملتا بھی رہتا ہوگا۔!"

"ہرگز نہیں.... اس نے فون پر مجھ سے کہا تھا کہ وہ چوکیدار کو میرے لئے ایک پیکٹ دے گیا ہے۔ میں وصول کرلوں.... اس پیکٹ میں چرس کا ایکسٹریکٹ ہے اور میرے لئے بہت دنوں کے لئے کافی ہوگا۔ اب میں نہیں سمجھ سکتی کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔!"

"اور اب ساجد کے بارے میں بھی سچی بات بتادو۔!"

"کک.... کیا مطلب....!"

"محبوبائیں جھوٹ بولتی ہیں تو میں انہیں جان سے مار دیتا ہوں۔!"

"وہ.... وہ.... میں تمہارے ہی ڈر سے جھوٹ بولی تھی.... مجھے معاف کردو۔ تمہیں تلاش کرنے ہی کے سلسلے میں سب کچھ ہوا ہے۔!"

"اور کیا ہوا ہے۔؟"

"سس ساجد والا معاملہ.... اس نے تمہیں کبھی نہیں دیکھا۔ وہ دراصل میں نے اسے ڈورا کرسٹی کی نگرانی پر لگایا تھا کہ شائد کبھی تم اس سے ملو....اور ساجد تمہارا تعاقب کر کے تمہاری قیام گاہ سے واقف ہو جائے۔!"

"تو تم اس طرح رہی ہو میری ٹوہ میں....!"

"مجھے معاف کردو ڈارلنگ.... میں تم سے بہت متاثر ہوئی ہوں۔ ورنہ کوئی مرد مجھ سے ایسے لہجے میں گفتگو کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔!"

"پوری بات بتاؤ۔!"

تھیلما نے ساجد کی کہانی دہرائی تھی۔

اور وہ آنکھیں نکال کر بولا تھا۔ "دل تو یہی چاہتا ہے کہ ابھی اور اسی وقت تمہارا اگلا گھونٹ

دل... لیکن پھر سوچتا ہوں کہ تم واقعی دل کے ہاتھوں مجبور رہی ہو گی... ویسے اول درجے کی احمق... میں نے کتنی بار تم سے کہا ہے کہ تم سے ملنے کے بعد پھر کوئی عورت نہیں جچی نظروں میں... ڈورا کرسٹی تم سے پہلے کی بات ہے۔ اسکے ساتھ میں اب کیسے دیکھا جا سکتا ہوں۔!"

"میں مرنے کو تیار ہوں ڈارلنگ۔ تمہاری زبان سے یہ اعتراف سن لینے کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہتی۔!"

"کیوں!" اس نے چونک کر پوچھا۔

"کل یہی بات کسی دوسری سے نہ کہنی پڑے۔ لہذا میرے لئے یہ بہت بڑا اعزاز ہو گا کہ اس سے پہلے ہی مر جاؤں۔!"

"ساجد نے اس کا کیا حلیہ بتایا تھا۔!"

"بڑی خوفناک شکل تھی۔ خونخوار آنکھیں۔ موٹی سی ناک.... مونچھیں ایسی کہ دہانہ دکھائی نہ دیتا تھا! اس نے ساجد کو یہ بھی بتایا تھا کہ ڈورا کرسٹی اس کے باس کی محبوبہ ہے! باس کو اس پر شبہ ہو گیا ہے کہ اس کا تعلق کسی اور سے بھی ہے لہذا وہ اس کے ملنے جلنے والوں کی نگرانی کر رہا ہے۔!"

وہ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولا۔! "اچھا تو اس نے ساجد سے یہ بھی کہا ہو گا کہ تم سے اس ملاقات کا ذکر نہ کرے۔!"

"اوہ.... بالکل یہی کہا تھا۔ تم کتنی سوجھ بوجھ رکھتے ہو ڈارلنگ مجھے بتاؤ وہ کون ہے اور تمہارے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے۔!"

"ایک کاروباری حریف۔ تم فکر نہ کرو.... اور ساجد سے کہہ دو کہ بدستور ڈورا کرسٹی کی نگرانی کرتا رہے۔!"

"وہ تو کر رہا ہے۔!"

"بہت وفادار آدمی معلوم ہوتا ہے کہ تم سے ذکر کر دیا۔!"

"وہ تو اپنی جان بچانے کے لئے اس نے اس سے اتفاق کر لیا تھا ورنہ شائد گفتگو کرنا بھی پسند نہ کرتا....!"

"ہوں تو وہ چرس کا ایکسٹریکٹ۔!"

"حیرت انگیز ہے ڈارلنگ.... چرس سے بھی زیادہ سرور لاتا ہے....!"

"اس کے بعد بھی اس نے تم سے فون پر گفتگو کی ہو گی۔!"

"نہیں قطعی نہیں.... لیکن مجھے شبہ ہے....!" میرا خیال ہے کہ سلمانی سے بات ہوتی رہتی ہے۔!"

"اوہ....!" اس نے زوردار قہقہہ لگایا تھا۔!

وہ بھی ہنسنے لگی تھی اور پھر علامہ نے کہا تھا!"اب تم جاؤ اور آئندہ ادھر کا رخ بھی نہ کرنا میں خود ہی تم سے ملتا رہوں گا۔!"

"تم بھول جاؤ گے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ دراصل کچھ معاملات صاف نہیں تھے۔ جو اس ملاقات کے بعد واضح ہو گئے ہیں۔ لہذا اب نہ ملنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!اچھا اب تم سٹنگ روم میں جاؤ.... میرا دوست اچھا آدمی ہے کچھ دیر اس سے گفتگو کئے بغیر مت جانا۔!"

"میں کسی پالتو کتیا کی طرح تمہارے احکامات کی تعمیل کرتی ہوں۔!"

"اسی لئے تمہارے علاوہ اب اور کوئی عورت پسند نہیں آتی.... کل رات تک کے لئے رخصت....!"

"کل ملو گے۔!" وہ خوش ہو کر بولی۔

"ہاں.... ہاں۔ اب روز ملوں گا بے فکر رہو۔!"

وہ سٹنگ روم میں واپس آئی تھی۔ لیکن اب وہ شخص موجود نہیں تھا۔ ہچکچاہٹ کے ساتھ ایک طرف بیٹھ گئی۔ لیکن اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ علامہ جلد ہی اپنی اصل ہیئت میں وہاں پہنچ گیا تھا۔

"مجھے افسوس ہے محترمہ ایک ضروری کام میں الجھ گیا تھا۔ کیا آپ کی ملاقات اس سے ہو گئی۔ میں نے ملازم کو ہدایت کر دی تھی۔!"

"ہو گئی.... تمہارا بہت بہت شکریہ۔!" تھیلما بولی۔

وہ علامہ اور شہزور کی آوازوں میں ہلکی سی بھی مماثلت محسوس نہ کر سکی تھی۔

"آپ کیا پئیں گی۔!" علامہ نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ ویسے آپ نے اپنا پورا تعارف نہیں کرایا۔!"

"یونی ورسٹی میں سوشیالوجی کا درس دیتا ہوں۔!"

"اوہ.... تو میں ایک استاد سے متعارف ہوئی ہوں-!خوش نصیبی۔!"

علامہ صرف مسکرا کر رہ گیا تھا۔!



ساجد نے ڈورا کرسٹی کو اُسکے گھر تک پہنچا دیا تھا۔ اور پھر واپسی کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ایک گاڑی۔ آکر رکی اور اس پر سے وہی گیم شیم ہپی اترتا دکھائی دیا۔ جس کا سراغ پانے ہی کے لئے وہ ڈورا کرسٹی کی نگرانی کرتا رہا تھا....! سارے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی اور ہاتھ پیر کانپنے لگے۔ سڑک کے دوسرے کنارے پر اس نے اپنی موٹر سائیکل روکی تھی۔

ہپی کو عمارت میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ اور موٹر سائیکل کا انجن کھول کر ٹارچ کی روشنی میں اس کا جائزہ لینے لگا۔ کبھی پلگ نکال کر اسے صاف کرتا اور کبھی کوئی پرزہ ٹٹولتا۔ بہر حال یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا جیسے گاڑی میں اچانک کوئی خرابی ہو جانے کی بنا پر اسے رکنا پڑا ہے۔

لیکن ضروری نہیں تھا کہ ہپی کی واپسی جلد ہی ہو جاتی۔ دل ہی دل میں اُسے گالیاں دے رہا تھا۔ پتا نہیں اس وقت کہاں سے آیا مردود جبکہ وہ واپس جا رہا تھا دن بھر کی تھکن نے توڑ کر رکھ دیا تھا اور پچھلے دو دنوں سے ڈورا کرسٹی خود اُسے بھی اچھی لگنے لگی تھی۔ وہ سوچتا رہتا تھا کہ اس قضیئے کے اختتام پر وہ بھی اُس کے بوتیک میں جا کر اپنی جلد کے رنگ کو مزید نکھارنے کا ٹھیکہ دے آئے گا۔

انجن پر جھکے جھکے کمر دکھنے لگی تھی.... اس لئے پل بھر کو سیدھا ہونے کی کوشش کی۔ لیکن پوری طرح سیدھا بھی نہیں ہو پایا تھا کہ کسی نے عقب سے گردن پر وار کیا.... ایسی ہی ضرب تھی کہ آنکھوں میں ستارے ناچے بھی اور تاریکی میں تحلیل ہو گئے۔ چکرا کر گرا تھا اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا تھا۔

دوبارہ پتہ نہیں کب آنکھ کھلی تھی.... اور کہاں کھلی تھی بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

بستر سے کود کر دروازے کی طرف جھپٹا! ہینڈل گھما کر کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ

مقفل ثابت ہوا۔

پاگلوں کی طرح دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی احمقانہ انداز میں چیخے بھی جارہا تھا۔!

بالآخر کسی نے باہر سے قفل میں کنجی گھمائی تھی اور ڈپٹ کر بولا تھا۔ ”پیچھے ہٹ جاؤ۔!“

ساجد اچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ دروازہ کھلا اور سامنے وہی دیوزاد ہپی کھڑا نظر آیا۔

کمرے میں داخل ہو کر اُس نے دروازہ بند کرتے ہوئے نرم لہجے میں کہا ”آرام سے بیٹھ جاؤ.... پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔!“

”لل.... لیکن یہ سب کیا ہے۔!“ ساجد ہکلایا۔

”کچھ بھی نہیں.... بس معقول معاوضے پر تم میرے لئے ایک کام کرو گے۔ اور میں صرف پانچ سو پر ٹالنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ میری طرف سے پانچ ہزار۔!“

”م.... میں سمجھا نہیں جناب۔!“

”تم اپنی مالکہ کے لئے میرا پتہ معلوم کرنا چاہتے تھے۔!“

”جج.... جی ہاں.... میں بے قصور ہوں۔!“

”مجھے علم ہے۔ کوئی بھی مالک کا حکم نہیں ٹال سکتا۔!“

”جی ہاں۔ جی ہاں۔!“ ساجد خوش ہو کر بولا۔

”میں اس سلسلے میں تم سے باز پُرس نہیں کرنا چاہتا۔!“

”شش.... شکریہ جناب۔!“

”لیکن وہ آدمی جس نے تمہیں اپنے مفاد میں ورغلانے کی کوشش کی تھی۔!“

”آپ جانتے ہیں۔!“

”مجھے علم ہے۔!“

”تو پھر آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ وہ مجھے پستول کے زور پر اپنے ساتھ لے گیا تھا۔!“

”ہاں میں یہ بھی جانتا ہوں۔!“

”تو پھر میں بے قصور ہوا نا۔!“

”میں نے ابھی تک تمہیں قصوروار تو نہیں ٹھہرایا۔!“

”بہت بہت شکریہ جناب۔!“

"مجھے بھی اُس آدمی کی تلاش ہے۔!اگر ہاتھ آگیا تو میں تمہیں پورے پانچ ہزار دوں گا۔!"

"آپ اتنے مہربان ہیں تو میں آپ کا کام مفت بھی کر سکتا ہوں جناب عالی۔!"

"تم کس طرح کرو گے میرا کام....!"

"جس طرح آپ فرمائیں گے جناب۔!"

"ٹھیک ہے میں ایسا ہی جواب سننا چاہتا تھا.... تمہارے پاس اس کے فون نمبر ہیں۔!"

"جی ہاں....!"

"اُس سے فون پر رابطہ قائم کر کے کہو کہ تم نے میری قیام گاہ کا پتہ لگالیا ہے۔!"

"بہت اچھا جناب۔!"

"پتہ میں تمہیں بتادوں گا....!"

"ٹھیک ہے.... لیکن اگر اُس نے مجھ سے کہا کہ اُس کے ساتھ جا کر آپ کی قیام گاہ دکھاؤں تو....!"

"ایسی صورت میں اُس سے پانچ سو روپے پہلے ہی وصول کر لینا۔!"

"آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ مجھے رہا کر دیں گے۔!"

"کمال کرتے ہو.... ارے بھئی گرفتار کب کیا تھا کہ رہا کروں گا۔ وہاں سڑک پر رُک کر تمہیں پوری بات سمجھا دینا خطرے سے خالی نہ ہوتا.... اس لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا۔!"

"کوئی بات نہیں....!" ساجد سر ہلا کر بولا۔ "لیکن جناب.... آخر میری مالکہ آپ کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہیں۔!"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو....!" وہ اُسے آنکھ مار کر مسکرایا تھا۔!

ساجد کے دانت نکل پڑے.... انداز ایسا ہی تھا جیسے بات اُس کی سمجھ میں آگئی ہو۔!



ایئرپورٹ پر میاں توقیر محمد جس شخص کو انٹر کانٹی نینٹل کا نمائندہ سمجھ بیٹھے تھے وہ بلیک زیرو کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔! اُس کی فراہم کی ہوئی گاڑی میں جولیا سمیت بیٹھے تھے اور پھر بیٹھے ہی بیٹھے سو گئے تھے۔ کیونکہ گاڑی کی روانگی سے قبل بلیک زیرو نے انہیں کافی بھی پلوائی تھی۔

بیدار ہونے پر انہوں نے خود کو گاڑی کی بجائے کسی خواب گاہ میں پایا تھا۔

بلیک زیرو سے دوبارہ ملاقات ہوئی تھی اور اُس نے انہیں کچھ پوچھنے کا موقع نہیں دیا تھا خود ہی بتانے لگا تھا کہ اُن کی زندگی خطرے میں تھی اس لئے انہیں ایک محفوظ مقام پر لایا گیا ہے۔!

"میری زندگی خطرے میں تھی۔!" میاں توقیر نے بے یقینی کے سے انداز میں پوچھا۔

"جی ہاں.... اور اُسی عورت کے توسط سے جس کے لئے آپ یہاں تشریف لائے ہیں۔!"

میاں توقیر کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا تھا.... انہوں نے گرج کر پوچھا....!" تم آخر ہو کون اور تمہیں اس کی جرأت کیسے ہوئی۔!"

"آ گئے اصلیت پر....!" تیسری آواز سنائی دی اور وہ اُس طرف مڑ گئے۔

بائیں جانب والے دروازے سے عمران اندر داخل ہوا تھا۔!

"آپ اپنی شخصیت پر کتنے ہی غلاف چڑھائیں.... آپ کی اصل نہیں چھپ سکتی۔!"

"کیا مطلب....!"

"ایک ہی جھٹکے میں فرشتہ پن رخصت ہو گیا! گرج برس رہے ہیں بیچارے پر۔!"

"ارے کہیں.... تم لوگوں کا دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"سنا بھئی....!" عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔ "ان کی شیریں زبانی کے چرچے تھے۔!"

"اوہ.... آخر تم لوگ ہو کون۔!"

عمران نے اُن کی بات کا جواب دینے کی بجائے بلیک زیرو سے کہا۔ "تم نے اسٹارٹ ہی غلط لیا تھا۔ انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے رہو کہ ہم لوگ انہیں اغوا کر لائے ہیں اور مبلغ پانچ لاکھ وصول کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔!"

"وہ.... وہ لڑکی ہے کہاں جو میرے ساتھ تھی۔!" دفعتاً میاں توقیر چونک کر بولے۔

"اُسے تو ہم نے انٹر کانٹی نینٹل پہنچا دیا تھا۔! وہ وہیں آپ کا انتظار کر رہی ہو گی۔!" عمران بڑی سادگی سے بولا۔ "عورتوں کے اغواء کو ہم بدتمیزی سمجھتے ہیں۔!"

"اگر اسے کوئی نقصان پہنچا تو....!"

"عورت کو کبھی نقصان نہیں پہنچتا۔ اگر وہ ایسا سمجھتی ہے تو غلط فہمی میں مبتلا ہے۔!"

"تم جانتے ہو۔! میں کون ہوں۔!"

"میاں توقیر محمد جھریام۔!"

"اچھا اچھا.... میں سمجھ گیا اپوزیشن....!"

"خدا کے لئے یہاں سیاست نہ چھیڑ دینا.... ویسے تمہاری موت کی ذمہ داری اپوزیشن ہی کے سر آنے والی تھی کہ اچانک قاتل نے اسکیم بدل دی۔ ویسے مجھے حیرت ہے کہ تمہیں اپنی دونوں خالہ زاد بہنوں کی موت کی اطلاع نہیں ملی۔!"

"دونوں.... کیا مطلب.... مجھے یاسمین کی موت کی اطلاع ملی تھی اور اس سفر کا اصل مقصد ماتم پرسی تھا۔!"

"دوسری بھی چلی بسی.... آپ کا ننھیال بھی ختم....!"

"خداوندا.... آخر تم کیا کہہ رہے ہو۔!"

"زہر مائی ڈیئر توقیر محمد....!"

"کیا سوتیلی ماں....!"

"جی نہیں! سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... وہ بڑی نیک عورت ہے۔!"

"تو پھر۔!"

"لمبی کہانی ہے.... اس کے لئے آپ کو ماضی میں چھلانگ لگانی پڑے گی۔!"

"جلدی سے بتاؤ۔!"

"آپ کے والد صاحب نے اپنے ایک مزارع پیر علی پر ظلم کیا تھا....!"

"بس....!" میاں توقیر ہاتھ اٹھا کر بولے "خدا کیلئے اس کا ذکر مت کرو.. میں نے سُنا ہے۔!"

"اور اس گھرانے کا ایک فرد بچ گیا تھا۔!"

"وہ کون ہے؟ کہاں ہے؟ جس طرح بھی ممکن ہوگا میں اسے خوش کرنیکی کوشش کروں گا!"

"ہونہہ.... آپ سے کہیں زیادہ اونچی پوزیشن والا ہے.... اور آپ آخری آدمی ہیں جس کے خاتمے کے بعد شائد اس کے انتقام کی آگ فرو ہو جائے....! وہ مصنوعی وبا اسی کی لائی ہوئی تھی جس کا شکار آپ کے افراد خاندان ہوئے تھے۔!"

"اوہ....!" میاں توقیر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"لیکن اسے کسی طرح بھی ثابت نہیں کیا جاسکے گا کہ وہ پیر علی کا بیٹا ہے۔!"

"آخر.... وہ ہے کون....؟"

"وہی جس کی خدمت میں آپ فرحانہ جاوید سے شادی کی درخواست پیش کرنیوالے تھے۔!"

"پروفیسر....!" میاں توقیر اچھل پڑے۔

"ہاں..... علامہ دہشت..... فرحانہ اسی لئے جھریام پہنچی تھی کہ آپ کو الجھانے کی کوشش کرے!"

"خداوندا....!" میاں توقیر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر رہ گئے....!" کچھ دیر خاموشی رہی پھر انہوں نے سر اٹھا کر پوچھا۔ "لیکن تم کون ہو... اور تمہیں ان معاملات کا علم کیسے ہوا۔!"

"اس فکر میں نہ پڑیئے....!"

"میں تمہاری بات پر کیسے یقین کرلوں....!"

"کیا میں نے ابھی تک ماضی سے متعلق جتنی باتیں کی ہیں ان میں کچھ غلط تھی۔!"

"نہیں لیکن....!"

"مطمئن رہئے جو کچھ بھی ہو رہا ہے آپ کی بہتری کے لئے ہے! جیسے ہی مجھے ان حالات کا علم ہوا تھا میں نے آپ کے تحفظ کا انتظام کر لیا تھا۔ جولیانا فنٹز واٹر میری ہی بھیجی ہوئی تھی۔ وہ آپ کی شناسا کسی فرانسیسی خاتون کی بھانجی نہیں ہے۔!"

"اوہ....!"

"وہ محض اسی لئے وہاں بھیجی گئی تھی کہ علامہ زہروں کا ماہر معلوم ہوتا ہے۔!"

میاں توقیر سکتے کی سی حالت میں بیٹھے رہے۔

"علامہ کے خلاف کوئی واضح ثبوت ابھی تک نہیں مل سکا اسی لئے یہ قدم اٹھانا پڑا۔" عمران بولا۔

"تو یہ کہئے کہ آپ کسی سرکاری ادارے سے تعلق رکھتے ہیں۔!"

"یہی سمجھ لیجئے۔! یہاں آپ آرام سے رہیں گے۔! لیکن جب تک سارے معاملات صاف نہ ہو جائیں اس عمارت سے باہر قدم نہیں نکال سکیں گے.... میں اپنے خصوصی اختیارات کی بنا پر وزراء تک پر ایسی پابندیاں لگوا سکتا ہوں۔!"

"میرا سر چکرا رہا ہے.....!"

"آرام کیجئے.... تھوڑی دیر بعد وزارت داخلہ کے توسط سے آپ کو مطمئن کر دیا جائے گا کہ آپ غلط ہاتھوں میں نہیں پڑے ہیں۔"

میاں توقیر کچھ نہ بولے۔ پھر عمران اس کمرے میں واپس آیا تھا جہاں جولیا اس کی منتظر تھی۔

"شیلا کہاں ہے؟" اس نے عمران کو دیکھتے ہی پوچھا تھا۔

"ہوگی کہیں....! تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔!"

جولیا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اسے گھورتی رہی تھی۔ دفعتاً اٹھ کر جھپٹ پڑی۔

"ارے.... ارے.... دماغ تو نہیں چل گیا۔!" عمران ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔

جولیا پھر پلٹی تھی اس کی طرف۔!

"چیونگم....!" عمران چیونگم کا پیکٹ اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

اس بار وہ حملہ آور نہیں ہوئی تھی۔ جھنجھلاہٹ اور شرمندگی کے ملے جلے آثار چہرے پر لئے کھڑی رہی.... شاید سوچ رہی تھی کہ اس بوکھلاہٹ کی کیا ضرورت تھی۔

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ یہ کیس ہمارے محکمے سے کس طرح تعلق رکھتا ہے۔!"

"کسی طرح بھی نہیں۔!"

"تو پھر ہم لوگ کیوں استعمال کئے جارہے ہیں۔!"

"یہ اپنے چیف سے پوچھو کہ اس نے تم لوگوں کو میرے حوالے کیوں کر دیا ہے۔!"

جولیا کچھ نہ بولی۔ لاجواب ہوگئی تھی۔ کیونکہ عمران بحیثیت عمران انہیں اپنے حکم پر چلانے کے اختیارات "ایکس ٹو" ہی سے حاصل کرتا تھا۔

بات کچھ اور آگے بڑھتی لیکن اسی وقت انٹر کوم سے بلیک زیرو کی آواز آئی تھی۔ "آپ کی فون کال ہے عمران صاحب۔!"

سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبروں کی موجودگی میں وہ اس کو عمران صاحب کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔ اور وہ سب اسے رانا پیلس کے نگران کی حیثیت سے جانتے تھے۔ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ ایکس ٹو کی عدم موجودگی میں وہی ایکس ٹو کا رول ادا کرتا ہے۔!

عمران نے جولیا کی طرف دیکھا تھا اور دروازے کی جانب بڑھ گیا تھا۔



ساجد ریسیور کان سے لگائے دوسری طرف سے ڈھمپ کی آواز سننے کا منتظر تھا۔ کسی نے اسے ہولڈ آن کرنے کو کہا تھا۔

اس نے کنکھیوں سے شہزور کی طرف دیکھا اور ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بولا۔!" ہولڈ آن کرنے کو کہا گیا ہے۔!"

شہزور نے سر کو جنبش دی۔ لیکن اس کی طرف دیکھتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد ساجد نے ڈھمپ کی آواز سُنی۔

"میں ساجد بول رہا ہوں جناب۔ وہی جس کو آپ نے پچاس روپے چائے پینے کو دیئے تھے۔!"

"اوہ.... اچھا.... سب خیریت!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"جی ہاں.... آپ کا کام بن گیا ہے! میں جانتا ہوں کہ اس وقت وہ کہاں ہے۔!"

"کہاں ہے۔!"

"یوں نہیں جناب۔! مبلغ پانچ سو جیب میں ڈالنے کے بعد ہی بتاؤں گا۔!"

"تھیلما کو بھی آگاہ کیا یا نہیں۔!"

"اب تو پہلے بزنس ہوگا بقیہ باتیں بعد کی ہیں۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"کیوں نہ پہلے آپ کا کام ہو جائے۔ ہو سکتا ہے وہ اس سے پہلے ہی مداخلت کر بیٹھیں اور آپ کا کام نہ ہو سکے....!"

"خاصے ذہین بھی معلوم ہوتے ہو۔!"

"بندہ پروری ہے آپ کی.... ہاں تو پھر آپ کیا کہتے ہیں۔!"

"تم نے معقول فیصلہ کیا ہے۔!"

"میں رقم کی وصولیابی کی بات کر رہا تھا۔!"

"ٹھیک کہہ رہے ہو..... لیکن میں تمہیں رقم کہاں اور کیسے پہنچاؤں۔!"

"آدھے گھنٹے بعد جیم خانے کے گیٹ پر ملوں گا۔!"

"اور اگر اتنی دیر میں وہ کہیں اور کھسک گیا تو۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ اس نے ڈورا کرسٹی سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اسی جگہ رات کے کسی حصے میں بھی اس سے مل سکتی ہے کیونکہ وہ پوری رات وہیں گزارے گا۔!"

"تمہیں اس وعدے کا علم کیوں کر ہوا۔!"

"میں نے اپنے کانوں سے سنا تھا۔ وہ ڈورا سے ملنے گیا تھا۔ واپسی پر ڈورا اسے سڑک تک چھوڑنے آئی تھی۔ اور گاڑی کے قریب ہی کھڑے ہو کر انہوں نے گفتگو کی تھی۔ میں ڈڈونیا کی باڑھ کے پیچھے چھپا ہوا سب کچھ سُن رہا تھا۔!"

"اچھی بات ہے میں آدھے گھنٹے بعد جیم خانے کے پھاٹک پر ملوں گا۔!"

"دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔

"کیا رہی۔!" شہزور نے نرم لہجے میں پوچھا۔

ساجد نے ڈھمپ کی گفتگو دہرائی تھی۔ اور شہزور بولا تھا۔

"بہت خوب۔! اب تم روانہ ہو جاؤ... اور جو کچھ بھی سمجھایا گیا ہے اسے اچھی طرح یاد رکھنا۔!"

"یاد رکھوں گا جناب۔!"

"یہ ایک ہزار رکھو.....! بقیہ چار ہزار کام ہو جانے پر۔!"

ساجد نے نوٹ اس کے ہاتھوں سے جھپٹ لئے تھے اور انہیں بہت احتیاط سے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھتا ہوا بولا تھا۔ "شکریہ جناب کام آپ کی مرضی کے مطابق ہو گا۔!"

"پھر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی گئی تھی اور دو آدمی اسے پکڑ کر وہاں سے لے چلے تھے۔"

گاڑی پر بٹھایا تھا اور گاڑی کچھ دیر چلتی رہنے کے بعد رُکی تھی۔! پھر اُس کی آنکھوں پر سے پٹی بھی اتار دی گئی اور ایک آدمی بولا۔! "یہیں اتر جاؤ... دو فرلانگ پیدل چلنے کے بعد تم جیم خانہ

گیٹ تک پہنچ جاؤ گے۔!"

"بہت اچھا جناب کہتا ہوا وہ گاڑی سے اُتر گیا۔ اسے علم تھا کہ اب کدھر جانا ہے پیدل چل پڑا تھا اور گاڑی اسی طرف موڑلی گئی تھی۔ جدھر سے آئی تھی۔

بار بار کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ہزار کے نوٹوں کو ٹٹولنے لگتا تھا۔ جلد ہی جیم خانے کے گیٹ پر آ پہنچا.... معینہ وقت سے دس منٹ پہلے پہنچا تھا۔

پانچ سو اور ہتھیائے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ جب دو موذیوں کے درمیان کھٹ پٹ ہو تو اسی طرح فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اور وہ بی تھیلما یونہی خواہ مخواہ ٹرخا رہی تھیں.... قیامت کے وعدے پر.... واہ اب تمہیں تو میں اگلے سال ہی بتاؤں گا کہ ہپی کو کہاں دیکھا تھا۔ سالی ایسے مٹک مٹک کر چلتی ہے کہ ارے باپ رے۔!"

"ارے باپ رے۔!" یہ آواز بلند نکلا تھا زبان سے اور ایک بار پھر اس کے ذہن نے تاریکی میں قلابازی کھائی تھی۔ اسی رات دوبارہ اس کی گردن پر قیامت ٹوٹی تھی اور ضرب بھی اتنی ہی شدید تھی کہ فوراً بے ہوش ہو گیا تھا۔

پھر ہوش آنے پر ڈھمپ کا خونخوار چہرہ نظر آیا۔ اس بار معاملات کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی تھی فوراً گردن کی دوسری چوٹ یاد آ گئی تھی اور اس کے ذہن پر جھنجلاہٹ کا حملہ ہوا تھا۔ اٹھ بیٹھنے کی کوشش کرتا ہوا بڑبڑایا۔

"اُس سالے نے بھی....!" پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

"ہاں .... ہاں.... بات پوری کرو....!" ڈھمپ سر ہلا کر بولا۔ "اس سالے نے بھی تمہارے ساتھ یہی برتاؤ کیا تھا۔!"

"نن.... نہیں.... کیا.... ہائے میں کہاں ہوں.... کیا خواب دیکھ رہا ہوں۔!"

"بس بس! ابھی تم کہہ دو گے کہ مجھے بھی نہیں پہچانتے....!"

"پپ پہچانتا ہوں....!" ساجد نے کہا اور دفعتاً محسوس کیا کہ اس کے جسم پر کوٹ نہیں ہے۔ ایک ہزار کے نوٹ فوراً یاد آ گئے۔

"میرا کوٹ.... میرا کوٹ!" وہ مضطربانہ انداز میں چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"کوٹ کی جیب میں رکھی ہوئی رقم محفوظ ہے۔!" وہ ساجد کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"مجھے سردی لگ رہی ہے کوٹ پہنوں گا۔!"

"لیکن اگر تم نے سچی بات نہ بتائی تو ساری رقم کوٹ سمیت ضبط کرلی جائے گی۔"

"نن.... نہیں خدا کے لئے۔!"

"تو پھر جلدی سے سچی بات بتادو....!"

ساجد دھڑ سے لیٹ گیا اور لگا دونوں ہاتھوں سے پیٹ پیٹنے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے!" ڈھمپ نے آنکھیں نکالیں۔

"سب اسی مردود کی بدولت۔ ہائے میں پیٹ کا ہلکا ہوں۔"

"لوہے کی گیندیں نگلوادوں گا اگر یہ بات ہے۔!" ڈھمپ نے کہا۔

"میں نے میم صاحب کو آپ سے ملاقات کے بارے میں بتادیا تھا۔!"

"ہوں تو یہ بات ہے! میرا اندازہ غلط نہیں تھا.... میم صاحب نے اس ہپی کو بتادیا۔ اور اس نے اسی طرح تمہیں اٹھوالیا ہوگا۔"

"یہی بات ہے.... یہی بات ہے....!"

"میم صاحب کو کیوں بتایا تھا۔!"

"کوئی بات ہی نہیں رکتی پیٹ میں۔!"

"آپریشن کا کیس معلوم ہوتا ہے۔!"

"کک.... کیا مطلب۔!"

"پیٹ پھاڑ کر دیکھوں گا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔!"

"اور اگر میں سب کچھ سچ سچ بتادوں تو....!"

"تمہاری جیب میں پورے دو ہزار ہوں گے.... اور تم چپ چاپ کسی دوسرے شہر میں چلے جانا چند دنوں کے لئے۔!"

"مجھے منظور ہے۔!"

"تو پھر جلدی سے بتاؤ۔!"

ساجد نے ہپی کے ہاتھوں اٹھنے کی کہانی دہراتے ہوئے کہا۔ "اب وہ ہنئے جو اس نے مجھے رٹایا تھا۔"

"سناؤ۔!"

"میں ڈورا کرسٹی کے مکان کی نگرانی کر رہا تھا کہ اچانک ایک گاڑی رکی اور اُس پر سے وہی ہپی اُترا اور مکان کے اندر چلا گیا.... اُسے دیکھ کر میں ڈڈونیا کی باڑھ کے پیچھے چھپ گیا۔ اور اُس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر نکلا.... اور ڈورا کرسٹی ساتھ تھی۔ دونوں گاڑی کے قریب آکھڑے ہوئے تھے۔ ہپی اُسے کہیں لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ برابر کہے جارہی تھی جہاں بھی بتاؤ تین گھنٹے بعد پہنچ جاؤں گی۔ تین گھنٹے تک بے حد مصروف ہوں.... تب ہپی نے کہا تھا کہ وہ رات بھر گرین ہٹس کے ہٹ نمبر تین سو گیارہ میں رہے گا.... جب بھی اُسے فرصت ملے وہاں پہنچ جائے۔"

"خوب....!" ڈھمپ سر ہلا کر بولا۔ "یہ کام کتنے معاوضے پر کرتے۔!"

"اگر تم اس کے ہاتھ آجاتے ہو تو پورے پانچ ہزار.... ایک ہزار پیشگی دیا ہے۔!"

"بہت مہنگے ہوتے جارہے ہو۔!"

ساجد کچھ نہ بولا۔ پھر زور زور سے پیٹ پیٹنے لگا تھا۔!

"کوئی فائدہ نہیں۔ یہ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔!"

ساجد اٹھ بیٹھا اور بولا۔ "اب مجھے جانے دو۔!"

"جب تک وہ ہاتھ نہ آجائے یہ ناممکن ہے۔!"

"ارے تو کیا اب میری نوکری بھی جائے گی۔!"

"چھ ماہ بعد بھی جاؤ گے تو بھی نوکری برقرار ملے گی۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔!"

"میرا ذمہ.... سلمانی تمہیں برخواست نہیں کر سکتا۔! اچھا بس اب چپ چاپ پڑے رہو.... یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔!"

اُس کمرے سے نکل کر عمران نے ریڈی میڈ میک اپ اتارا تھا اور بلیک زیرو کے کمرے کی طرف چل پڑا تھا.... وہ اپنے کمرے میں موجود تھا۔

"کیا رہا....!" عمران نے پوچھا۔

"ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا۔ دور دور تک کسی کا پتا نہیں تھا۔!"

"ٹھیک ہے۔!"

عمران نے گھڑی دیکھی۔ ساڑھے بارہ بجے تھے۔ فون کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "پتا نہیں یہ دونوں نالائق گھر پر موجود بھی ہیں یا نہیں۔!"

اُس نے ظفر الملک کے نمبر ڈائیل کیے تھے۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"جاگ رہے ہو۔!"

"جی ہاں! فرمایئے۔!"

"جیمسن کہاں ہے.....!"

"غالباً سو گیا.....!"

"جگا کر فون پر بھیجو.....!"

"بہت بہتر۔!"

تھوڑی دیر بعد جیمسن کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی تھی "یس یور میجسٹی۔!"

"پہلے پوری طرح بیدار ہو جاؤ۔!"

"جاگ ہی رہا تھا..... آجکل رات کی نیند دوپہر کو آتی ہے۔!"

"گرین ہلس کے ہٹ نمبر تین سو گیارہ کے بارے میں ایک بار تم نے مجھے کوئی خاص بات بتائی تھی جو اب یاد نہیں رہی۔!"

"ہٹ نمبر تین سو گیارہ..... جی ہاں! وہ ہپیوں کا کلب ہے۔!"

"تمہیں اور ظفر کو وہاں پہنچنا ہے! جتنی جلدی ممکن ہو! اور اب ریسیور ظفر کو دے دو۔!"

"جناب.....!" ظفر کی آواز آئی تھی۔ اور عمران اُسے ہٹ نمبر تین سو گیارہ سے متعلق ہدایات دیتا رہا تھا۔ ریسیور رکھ کر بلیک زیرو کی طرف مڑا۔

"تم میرے ساتھ آؤ.....!" اُس سے کہا تھا۔



کیپٹن فیاض نے سر شام ہی ماما کی لاش دریافت کرلی تھی..... اور مسٹر تصدق نے اُس کی

شناخت بھی کی تھی۔

قریباً دس بجے شب کو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مل گئی جس کے مطابق موت واقع ہونے کے وقت کا تعین اُسی دن دو بجے سہ پہر کیا گیا تھا۔ اور موت کی وجہ زہر خورانی تھی۔

فیاض رپورٹ لے کر رحمان صاحب کے پاس پہنچا۔ وہ گھر ہی پر موجود تھے! رپورٹ پیش کر کے خاموش بیٹھا رہا۔

"کم از کم اس موت کا تعلق بیگم تصدق سے ہر گز نہیں ہو سکتا۔!" رحمان صاحب رپورٹ دیکھ چکنے کے بعد بولے تھے۔ "کیونکہ انہیں کل ہی حراست میں لے لیا گیا تھا۔!"

تھوڑی دیر خاموش رہ کر انہوں نے کہا تھا۔ "معدے میں جو غذا پائی گئی ہے وہ کسی بڑے ہی دستر خوان کی معلوم ہوتی ہے.... لیکن لاش ملی ہے ویرانے سے.... خود زہر کھا کر ویرانے کی راہ لینا سمجھ میں نہیں آتا۔!"

"نہیں صاحب! صاف ظاہر ہے کہ لاش ویرانے میں پھینکوائی گئی تھی۔!" فیاض بولا۔

"شہزور کے بارے میں کیا معلومات حاصل کیں۔!"

"وجود ہے اس کا.... لیکن کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔!"

"کیا اُس کا کوئی آدمی ہاتھ لگا ہے۔!"

"چار آدمی.... اور وہ چاروں منشیات کی غیر قانونی تجارت میں ملوث ہیں۔!"

"اوہ....!"

"اور جناب.... یہ مجھے خاصا طاقتور اور سائنٹیفک طور پر منظم کیا ہوا گروہ لگتا ہے۔!"

"یہ کس بناء پر کہہ رہے ہو۔!"

"ان میں سے تین پہلے بھی کئی بار گرفتار ہو کر سزا پا چکے ہیں لیکن کسی شہزور کا نام ان کی زبانوں پر نہیں آیا تھا۔ اس بار خاصی کدو کاوش کے بعد ان سے اگلوایا جا سکا ہے۔ وہ بھی اس لئے کہ ہم کسی شہزور کے وجود سے آگاہ ہو چکے تھے۔!"

رحمان صاحب نے پُر تفکر انداز میں سر کو جنبش دی....!

"اور اس دریافت کا سہرا عمران کے سر ہے۔" فیاض بولا۔

"لیکن یہ دھماکے جو شہر کے مختلف حصوں میں ہوئے ہیں اگر انہیں شہزور سے منسوب کیا

جائے تو کیا وہ اول درجے کا احمق ثابت نہیں ہوتا۔!"

"ابتدا آپ کی کوٹھی کے دھماکے سے ہوئی تھی۔!"

"ہوں تو پھر۔!"

"عمران کے خیال کے مطابق اس کا مقصد یہی تھا کہ ....!"

"عمران کا نام مت لو....!" رحمان صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے۔ "اپنے نقطہ نظر سے حالات کا جائزہ لو۔!"

"میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ دھماکے اسی لئے ہوتے رہے ہیں کہ ہماری توجہ کسی خاص معاملے سے اُن دھماکوں کی طرف مبذول ہو جائے۔!"

"ناولوں کی کہانیاں مت دہراؤ۔!" رحمان صاحب بُرا سا منہ بنا کر بولے۔

"تب پھر مجھے از سر نو غور کرنا پڑے گا۔!" فیاض نے جان چھڑانے کے لئے کہا۔

ویسے تہہ دل سے عمران کے نظریئے پر ایمان لے آیا تھا۔

"یہی بہتر ہوگا۔!" رحمان صاحب نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"اب اجازت دیجئے۔!" فیاض اٹھتا ہوا بولا۔

"شب بخیر۔!"

وہاں سے نکل کر گھر کی راہ لی تھی۔ عمران سے رابطہ قائم کرنے کے لئے بے چین تھا۔ لیکن کوئی صورت ایسی نہیں تھی جس کی بنا پر یہ ممکن ہوتا۔

گھر پہنچ کر دیر تک ڈرائینگ روم میں بیٹھا رہا تھا.... پھر خواب گاہ میں چلا آیا تھا۔! ان دنوں بیوی اپنے والدین کے گھر گئی ہوئی تھی اس لئے ہر طرح کی بے قاعدگیاں جاری رہتی تھیں۔ کوٹ اتار کر کرسی پر ڈالا تھا اور جوتوں سمیت بستر پر گر گیا تھا.... اور پھر ذرا ہی سی دیر میں خراٹے بھی شروع ہو گئے تھے.... پھر شائد ایک گھنٹہ بھی نہیں گذرا تھا کہ فون کی گھنٹی کا شور خواب گاہ کی محدود فضا میں گونجنے لگا تھا۔!

بوکھلا کر اٹھ بیٹھا! پہلے تو سمجھ میں نہ آیا کہ آنکھ کیوں کھلی ہے۔ پھر کسی قسم کے شور کا احساس ہوا تھا! پھر نیند کا غبار چھٹ گیا اور گھنٹی کی آواز واضح ہوتی گئی۔ جھپٹ کر ریسیور اٹھایا اور ماؤتھ پیس میں دھاڑا تھا۔ "ہیلو وووو!"

"کیا آسمان گر پڑا ہے سر پر۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کک.... کون ہے.... ہالو.... عمران، عمران....!"

"پہلے پوری طرح ہوش میں آجاؤ۔!"

"اوہ.... ٹھیک ہے.... کیا بات ہے۔!"

"یاسمین اور اس کی بہن کی اموات کا معمہ حل کرنا چاہتے ہو۔!"

"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں! ماما کی لاش بھی مل گئی ہے۔!"

"کہاں اور کب۔!"

"آج شام قریباً چھ بجے.... ہائی وے کے دسویں میل پر جھاڑیوں میں.... ایک ٹرک ڈرائیور نے اطلاع دی تھی! اور وہ بھی زہر ہی سے مری ہے۔!"

"موت کے وقت کا تعین ہو سکا ہے یا ابھی نہیں۔!"

"ہو گیا ہے.... آج ہی دو بجے سہ پہر۔!"

"اور بیگم تصدق کل حراست میں لی گئی تھیں۔!"

"خواہ مخواہ.... میں تو اس کے حق میں نہیں تھا.... لیکن ڈی جی صاحب۔!"

"کوئی بات نہیں.... ہاں تو اگر تم کریڈٹ لینا چاہتے ہو تو بستر چھوڑ دو۔!"

"کوئی خاص بات۔!"

"خاص الخاص۔! کچھ سادہ پوش بھی ساتھ لے لینا۔ گرین ہٹس کی طرف آؤ.... تین سو گیارہ نمبر کے ہٹ پر نظر رکھنا۔ لیکن وہاں کی بھیڑ سے الگ رہ کر۔!"

"وہاں کیا ہے۔!"

"بھینس کے پائے پک رہے ہیں.... تنوری روٹیاں اپنی لانا۔!"

"یار سنجیدگی اختیار کرو....!"

"اتنی سنجیدگی تو نہیں اختیار کر سکتا کہ بیوی کی کمی پوری ہو جائے۔!"

"اُف.... فوہ....!"

"وقت ضائع نہ کرو.... جو کچھ کہا گیا ہے اُس پر عمل کرو۔!"

"پوری بات معلوم کیے بغیر ہلوں گا بھی نہیں۔!"

"جہنم میں جاؤ۔!" کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔
فیاض نے برا سا منہ بنا کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔



ساحل کا یہ حصہ ریتلا نہیں تھا۔ سنگلاخ چٹانوں کا سیاہی مائل سلسلہ دور تک پانی میں اترتا چلا گیا تھا۔!اور انہی چٹانوں کے درمیان وہ عمارت واقع تھی.... اور ہر چند کہ گرین ہٹس والی آبادی یہاں سے خاصے فاصلے پر تھی لیکن اس کا شمار اسی آبادی میں ہوتا تھا اور ہٹس کے سلسلے میں آخری عمارت سمجھی جاتی تھی.... یعنی ہٹ نمبر تین سو گیارہ.... خاصی بڑی عمارت تھی.... بہت سے کمروں والی لیکن کہلاتی تھی "ہٹ" ہی۔!

اُس کے گرد خار دار تاروں سے بہت بڑے رقبے کو اس طرح گھیر لیا گیا تھا کہ عمارت وسط میں آگئی تھی اور اس گھیرے میں سر شام بڑی بڑی مشعلیں روشن کر دی جاتی تھیں.... اور ہپیوں کے گروہ کھلے آسمان کے نیچے مشعلوں کی سرخ روشنی میں "نشے پانی" کے ساتھ غل غپاڑا مچایا کرتے تھے۔!

عمارت کے اندر ایک بڑا سا ہال تھا جہاں رقص و موسیقی کی محفلیں جمتی تھیں اور یہ ڈائننگ ہال کی حیثیت بھی رکھتا تھا۔!اوپری منزل پر رہائشی کمرے تھے! جہاں کم حیثیت والے غیر ملکی سیاح قیام کرتے تھے۔ اور کم مایہ ہپی عورتیں انہی کمروں میں مقامی آدمیوں سے اپنے دوسرے دن کے اخراجات وصول کرتی تھیں۔

بہر حال کاغذات پر یہ عمارت ایک اقامتی ہوٹل کی حیثیت رکھتی تھی۔

بظاہر دلاور خان نامی ایک آدمی اس کا مالک تھا لیکن حقیقتاً یہ بھی شہزور ہی کی تجارتی تنظیم کی ایک شاخ تھی۔!

گرین بیچ ہوٹل اور ہٹ نمبر تین سو گیارہ کے درمیان چھ فرلانگ کا فاصلہ تھا۔ لیکن کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ دونوں کا تعلق کسی ایک ہی تنظیم سے ہوگا۔

سورج غروب ہوتے ہی ہٹ نمبر تین سو گیارہ کے خار دار تاروں والے احاطے میں ہپیوں کی

بھیڑ نظر آنے لگتی تھی۔ اور عمارت کی روشن کھڑکیاں دور سے ایسی لگتیں جیسے اُن شکستہ حال دو پایوں کو بڑی حقارت سے دیکھ رہی ہوں.... کیونکہ وہ عمارت کے اندر اُسی صورت میں قدم رکھ سکتے تھے جب اُن کی عورتیں مقامی گاہکوں کے لئے تیار ہوں۔!

ضرورت مند غیر ملکی ہپی عورتیں احاطے ہی میں ایسے مقامیوں کی تلاش شروع کر دیتی تھیں جو انہیں ڈائننگ ہال میں چلنے کی دعوت دے سکیں۔!

ظفر اور جیمسن قریباً ڈیڑھ بجے وہاں پہنچ سکے تھے ان صاف ستھرے ہپیوں کو دیکھ کر کئی عورتیں اُن کی طرف جھپٹی تھیں۔

"میں یہاں کبھی نہیں آیا۔!" ظفر الملک بولا۔!

"میں ایسی جگہوں پر تنہا آتا ہوں یور ہائی نس....!"

"اب انہیں سنبھالو۔!"

"ایک آدھ کو تو ساتھ لینا ہی پڑے گا.... ورنہ ڈائننگ ہال میں احمق لگیں گے۔!"

"ذرا صاف ستھری۔!" ظفر بولا۔

"صاف ستھری یہاں کیوں آنے لگی.... اُوہو.... مگر ٹھہریئے....!" تین چار عورتوں نے انہیں گھیر لیا تھا۔!

"نہیں ہم یہاں سروے کرنے آئے ہیں۔!" جیمسن نے انہیں سامنے سے ہٹا کر آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"کس قسم کا سروے ڈارلنگ۔!" ان میں سے ایک نے جیمسن کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر پوچھا۔!

"ہر کھوپڑی میں کتنی جوئیں پائی جاتی ہیں۔!"

وہ اُسے گندی سی گالی دے کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔

"یہاں کے لارڈ کا بھتیجا معلوم ہوتا ہے۔" دوسری نے کہا۔

"نہیں! براہِ راست آسمان سے اُترا ہے۔" تیسری بولی۔

"جہنم میں جائے....!" چوتھی نے کہا... اور راستہ صاف ہو گیا۔!

وہ آگے بڑھے اور پھر اچانک جیمسن رُک گیا تھا! اُس کی نظر ایک دیسی ہپی لڑکی پر جم گئی تھی۔!

"کیا بات ہے۔!" ظفر بولا۔

"ذرا اُسے دیکھئے۔!"

"دیکھ رہا ہوں۔"

"کوئی خاص بات مارک کی آپ نے۔!"

"ہاں! دونا کوں والی ہے۔!" ظفر جھنجھلا کر بولا۔

"مذاق نہیں! غور سے دیکھئے.... آپ نے اخبارات میں اُس لڑکی کی تصویر دیکھی ہوگی۔ کیا نام تھا اُس کا.... یاسمین.... وہ یونی ورسٹی کی طالبہ جس کی دوا کی شیشی میں زہریلی ٹکیاں شامل کر دی تھیں کسی نے۔!"

"ٹھیک کہتے ہو.... ہو بہو.... وہی لگتی ہے۔!"

"اور تنہا بھی ہے.... اوہ.... اب ہمیں دیکھ رہی ہے۔! ارے وہ تو ادھر ہی آ رہی ہے۔!"

"کیا اندر چلنے کا ارادہ ہے۔" اُس نے قریب پہنچ کر انہیں اردو میں مخاطب کیا تھا۔!

"ضرور.... ضرور....!" جیمسن تھوک نگل کر بولا۔

"تو آؤ پھر....!" اُس نے جیمسن ہی کے بازو میں ہاتھ ڈال دیا تھا! ظفر نے شانوں کو جنبش دی اور اُن کے پیچھے چلنے لگا۔

ہال میں زیادہ تر میزیں گھری ہوئی تھیں اور ایک نیم عریاں غیر ملکی عورت اُن کے درمیان تھرکتی پھر رہی تھی۔ مائیکروفون سے طربیہ موسیقی نشر ہو رہی تھی۔

انہوں نے ایک میز سنبھالی۔ لڑکی بیٹھتے ہی بولی۔!"میرے لئے تو شیری منگوا دو.... اور اگر تم لوگ بکری کے دودھ سے بھی شغل کرو گے تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔!"

"کوئی دخانی نشہ نہیں کرو گی۔!" جیمسن نے پوچھا۔

"دخانی کیا ہوتا ہے؟"

"مطلب یہ کہ دھوئیں والا.... یعنی کہ کچھ چرس ورس....!"

"میں چرس نہیں پیتی۔!"

"تو پھر یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی.... گھر ہی پر بیٹھی رہتیں۔"

"تم سے مشورہ نہیں مانگا تھا کیا یہاں سچ مچ شراب نہیں ملتی۔!"

"ملتی ہے.... لیکن شاید شیری نہ مل سکے۔!"

"تم پوچھ کر تو دیکھو۔!"

"پوچھ لوں گا۔ میرا نام جیمسن ہے اور یہ میرے باس، ہز لولی ہائی نس پرنس ظفر الملک بہادر!"

"بہادر ہوں یا نہیں ہوں لیکن لولی ضرور ہیں۔!" لڑکی نے کہا۔

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔!"

"یاسمین۔!"

جیمسن نے طویل سانس لی تھی اور ظفر پوری طرح اُس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"کک.... کیا نام....!" جیمسن ہکلایا۔

"یاسمین.... کیا ہجے کر کے بتادوں۔!"

"نہیں یونہی کافی ہے۔!"

"میں نے کہا تھا شیری منگواؤ۔!"

"یہاں ویٹر کو آواز دینے کا رواج نہیں ہے۔ خود ہی آئے گا۔!"

"کیا یہ تمہارا پرنس چارمنگ گونگا ہے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں۔!" ظفر بولا۔

ایک ویٹر تیزی سے اُن کی طرف آیا تھا۔

"یہ میز مخصوص ہے جناب۔!" اُس نے بڑے ادب سے کہا۔

"یہاں کوئی ریزرویشن کارڈ موجود نہیں ہے۔" جیمسن غصیلی آواز میں بولا۔

"کہیں گر پڑ گیا ہو گا جناب۔!"

"تو پھر ہم کہاں بیٹھیں۔!"

"میرے ساتھ تشریف لائیے۔!"

وہ اٹھ گئے تھے اور ویٹر انہیں کاؤنٹر کے قریب والی ایک میز تک لایا تھا۔

"یہاں تشریف رکھئے۔!" اُس نے بڑے ادب سے کہا۔

"شیری مل جائے گی۔!"

"ضرور جناب....!"

"ایک بوتل.... ایک گلاس....!"

"پوری بوتل کی قیمت آپ کو کاؤنٹر پر ادا کرنی پڑے گی۔!"

"یار! کیا مصیبت ہے۔!" جیمسن بھنا کر بولا۔ "ہر بات نرالی ہے۔!"

"کھانے کو کیا لاؤں جناب۔!"

"جھینگے اور روسی سلاد۔!"

ویٹر چلا گیا تھا۔ جیمسن نے کاؤنٹر سے شیری کی بوتل خریدی اور میز پر واپس آگیا۔!

"شیری تم شہر ہی میں کہیں سے خرید کر پی سکتی تھیں۔ اس ویرانے میں کیوں دوڑی آئیں۔!" اُس نے لڑکی سے کہا۔

ظفر الملک اُس میں ذرہ برابر بھی دل چسپی نہیں لے رہا تھا۔ اگر عمران کی طرف سے حکم نہ ملا ہوتا تو شاید ادھر آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتا۔

"میں ویرانوں ہی میں رہتی ہوں۔!" لڑکی کہہ رہی تھی۔ "کیونکہ میں ایک روح ہوں۔!"

جیمسن کا منہ حیرت سے کھل گیا اور ظفر نے پھر لڑکی کو بہت غور سے دیکھا تھا۔

اُسی وقت ویٹر واپس آگیا۔ لیکن خالی ہاتھ تھا۔!

"سی فوڈ کھلی چھت پر سرو کیا جاتا ہے۔ اس لئے آپ کو اوپر چلنا پڑے گا۔!" اُس نے نئی اطلاع دی۔

"اور سر کے بل کھڑے ہو کر کھایا جاتا ہے۔" ظفر بھنا کر بولا۔!

"چلو ایک گلاس لاؤ جلدی سے.... اور ہم دونوں کے لئے کافی لاؤ۔!"

"بہت بہتر جناب۔!"

"تو کھلی چھت پر کون سی قیامت آجائے گی! چلو نا۔" لڑکی بولی۔!

"تم ٹھہریں روح.... اوپر ہی اوپر پرواز کر جاؤ گی۔ لیکن ہمیں نیچے آنے کے لئے زینے ہی طے کرنے پڑیں گے۔!" ظفر نے خشک لہجے میں کہا۔

"یا تو بولو گے نہیں یا پھاڑ کھاؤ گے۔!" لڑکی شکائت آمیز لہجے میں بولی۔!

"تم یاسمین کی ہم شکل ضرور ہو۔ لیکن روح والا اسٹنٹ ہمارے ساتھ نہیں چل سکے گا۔!" ظفر نے کہا۔

"وہ تو میں دیکھ رہی ہوں کہ تم لوگوں پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا۔!"

"میں تکبیر عاشقاں کا عامل ہوں۔!" جیمسن بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ ظفر الملک کی مضبوطی کی بنا پر خود بھی شیر ہونے کی تگ ودو میں لگا ہوا تھا۔

"جنابِ عالی۔!" ویٹر پھر خالی ہاتھ واپس آکر بولا۔ "اوپر ہی تشریف لے چلئے.... مجھے معلوم نہیں تھا۔ یہ میز بھی مخصوص ہے۔!"

"اس کا ریزرویشن کارڈ کہاں گیا۔!"

"میں معافی چاہتا ہوں جناب! دراصل آج ہی یہاں آیا ہوں! ریزرویشن کا معاملہ زبانی چلتا ہے! کوئی کارڈوارڈ نہیں ہوتا۔!"

"گویا یہ ایک جدید ترین کباڑ خانہ ہے۔!" ظفر نے کہا۔

"خدا ہی جانے جناب۔! میں خود حیران ہوں۔!"

"ہم اوپر ہی چلیں گے۔!" دفعتاً لڑکی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا مضائقہ ہے۔!" جیمسن بھی اٹھ گیا۔

"تم دونوں شوق سے جاؤ.... میں یہیں بیٹھوں گا۔!"

"چلو۔!" لڑکی جیمسن کا بازو تھپک کر بولی۔ "تمہارا پرنس تو بدھو لگتا ہے۔ تم اس سے زیادہ خوبصورت ہو۔!"

جیمسن نے ظفر کی طرف دیکھ کر دانت نکال دیئے تھے اور لڑکی کے ساتھ زینوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔!

"گلاس تو لے لو کاؤنٹر سے۔" جیمسن نے ویٹر سے کہا۔

"اوپر ہی سب کچھ موجود ہے جناب۔!"

"چلو بھئی۔!" وہ طویل سانس لے کر بولا۔

زینے طے کر کے وہ کھلی چھت پر پہنچے تھے۔ یہاں صرف ایک پیٹرومیکس روشن تھا اور صرف ایک بڑی سی میز پڑی ہوئی تھی جس کے گرد دس بارہ کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔

"تشریف رکھئے.... میں گلاس اور مطلوبہ چیزیں ابھی حاضر کرتا ہوں۔!" ویٹر نے کہا اور زینوں کی طرف پلٹ گیا۔

"ہمارے علاوہ اور کوئی بھی نہیں ہے یہاں۔!" جیمسن چاروں طرف نظر دوڑاتا ہوا آہستہ سے بولا تھا۔

اور پھر لڑکی کے کچھ کہنے سے قبل ہی تین آدمی وہاں پہنچ گئے تھے جن میں سے ایک قوی ہیکل ہپی تھا۔! خود جیمسن اُس کے آگے سچ مچ جھینگا ہی لگ رہا تھا۔

وہ اُن کے مقابل ہی بیٹھ گئے۔! ہپی اُس لڑکی کو خونخوار آنکھوں سے گھورے جا رہا تھا۔

"کیا تم دونوں یہ سمجھتے ہو کہ یہاں سے زندہ واپس جا سکو گے۔!" دفعتاً وہ غرایا تھا۔!

"اُس سے پہلے ہم جھینگے اور روسی سلاد کھائیں گے۔!" جیمسن جی کڑا کر کے بولا۔ بات اب پوری طرح اس کی سمجھ میں آئی تھی۔

"تم کون ہو۔!" ہپی لڑکی کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔

"میرا نام شیلا ہے۔ اور میں آج کل ایک جن کے قبضے میں ہوں۔!"

"آہا.... تم شیلا ہو.... ہاں آواز شیلا ہی کی ہے۔!"

شیلا نے بوتل کھولی تھی اور دو گھونٹ لئے تھے۔ شہزور نے جیمسن کی طرف دیکھ کر پوچھا "یہ کون ہے؟"

"میں نہیں جانتی! یہ دونوں یہیں ملے تھے اور میرے لئے شیری خریدی تھی۔!"

"دوسرا کون ہے۔؟"

"وہ نیچے بیٹھا ہوا ہے! انک چڑھا ہے اوپر نہیں آیا۔!"

"وہ کہاں ہے جس کے قبضے میں ہو آجکل....!"

"میں نہیں جانتی.... مجھے یہاں پہنچنے کو کہا تھا۔!"

"اس میک اپ میں....!"

"ہاں اُس نے مجھے میری ایک مرحومہ دوست کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے....! مجبور کرتا ہے کہ میں اُس کے بھوت کا رول ادا کروں۔!"

"اُس کے ہاتھ کیسے لگیں۔!"

"میری گاڑی کا ٹائر فلیٹ ہو گیا تھا.... نیشنل ہائی وے پر.... شاہ دارا جا رہی تھی.... وہ اور اُس کے آدمی زبردستی مجھے اٹھا لے گئے۔!"

"پیٹر کہاں ہے.....!"

"میں نہیں جانتی.... لیکن تم کون ہو؟"

"تم صرف میری باتوں کا جواب دو۔ اُس آدمی کا حلیہ بتاؤ۔!"

"کیا بتاؤں.... دور ہی سے بیو قوف لگتا ہے.... لیکن خطرناک آدمی....!"

جیمسن کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن وہ خاموش بیٹھا رہا۔ معاملہ پوری طرح سمجھ میں آگیا تھا۔

"پیٹر کو تم نے کب سے نہیں دیکھا۔!"

"اپنے پکڑے جانے سے پہلے ہی دیکھا تھا۔! لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو تمہیں ان معاملات سے کیا سروکار۔!"

وہ اس کی بات کا جواب دیئے بغیر جیمسن کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا... "کون ہو؟"

"تم کون ہو.....؟" جیمسن اُس سے سوال کر بیٹھا۔

"جواب دو۔!"

"بیو قوفی کی باتیں مت کرو...... ویٹر کو بلاؤ اگر اس ہوٹل کی انتظامیہ سے تمہارا کوئی تعلق ہے۔!"

"جو کچھ پوچھا جائے اُس کا جواب دو۔!" شہزور کے ساتھیوں میں سے ایک غرایا۔

"ارے تم کوئی تھانے دار ہو۔! زیادہ بکواس کرو گے تو مزہ چکھا دوں گا۔!"

"........ارے نہیں پہلوان! ایسا غضب بھی نہ کرنا۔!" شہزور ہنس کر بولا۔

اور اُس کے مقابلے میں اپنے جثے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جیمسن کو خاصی شرمندگی محسوس ہوئی لیکن وہ بڑی ڈھٹائی سے بولا۔ "مزہ چکھا دینے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ تم میں سے کسی کو کشتی کے لئے للکاروں گا۔!"

دفعتاً شہزور ہاتھ اٹھا کر دھاڑا "چلے جاؤ.... تم یہاں کسی دیسی کے ساتھ رات نہیں گذار سکو گے۔ کوئی غیر ملکی تلاش کرو۔!"

"لیکن اس لڑکی کا کیا ہوگا۔!"

"میں کہتا ہوں دفع ہو جاؤ۔!"

"یہ میرے ساتھ اوپر آئی تھی اور میرے ہی ساتھ واپس جائے گی۔!"

شیلا ان کی گفتگو سے بے پرواہ ہو کر بوتل سے گھونٹ لئے جارہی تھی.... ذرہ برابر بھی متاثر یا مرعوب نہیں لگتی تھی۔!

شہزور نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا "اسے اٹھا کر نیچے پھینک آؤ۔!"

"نہیں آپ حضرات تشریف رکھیں.... میں اتنا بد اخلاق نہیں ہوں کہ آپ حضرات کو تکلیف دوں گا.... لیجئے.... رخصت ہو جاتا ہوں....!"

"ہاں ہاں.... تم جاؤ....!" شیلا ہاتھ ہلا کر بولی۔ "خواہ مخواہ کوئی غیر متعلق آدمی ان معاملات میں کیوں الجھے۔!"

"باس کہیں یہ بھی اُس کے ساتھیوں میں سے نہ ہو۔!" شہزور کا ایک ساتھی بولا۔

"ہونے دو.... جاؤ تم کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔!"

"آپ کا منہ بے حد دلفریب ہے جناب۔!"

"جاتا ہے یا جماؤں ایک ہاتھ....!" شہزور اٹھتا ہوا بولا۔

"لینگویج پلیز۔!"

شیلا اس طرح ہنس رہی تھی جیسے نشے نے ذہن پر قبضہ جمانا شروع کر دیا ہو۔ جیمسن پُر تشویش نظروں سے اُس کی طرف دیکھتا ہوا پیچھے ہٹ رہا تھا۔

شہزور کے دونوں ساتھی اٹھے اور جیمسن کو باہر نکال کر دروازہ بند کر دیا۔ لیکن ابھی دروازے کے قریب ہی تھے کہ شہزور نے انہیں بھی چلے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "جاؤ اور اُس پر نظر رکھو۔!"

اُن کے چلے جانے پر وہ شیلا کو گھورتا ہوا بولا تھا۔ "کیا اُس کے آدمی تمہاری نگرانی نہ کر رہے ہوں گے۔!"

"میں نہیں جانتی۔!"

"تم جانتی ہو کہ وہ اس وقت کہاں ہو گا؟"

"جہنم میں جائے.... اتنے دنوں کے بعد شراب ملی ہے مجھے چین سے پی لینے دو۔ میں نہیں جانتی کہ تم کون ہو۔!"

"اچھی بات ہے پی لو.... میں انتظار کروں گا۔!"

وہ بوتل سے ایک گھونٹ لے کر بولی۔"میں تنگ آگئی ہوں اپنی زندگی سے وہ کہتا ہے کہ میں تمہیں پولیس سے بچائے رکھنے کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہوں اور اس وقت تک کرتا رہوں گا جب تک کہ یاسمین کا اصل قاتل نہ ہاتھ آجائے۔!"

"وہ تمہیں اس روپ میں فرحانہ جاوید کے بنگلے میں بھی لے گیا تھا۔!"

"ہاں.... یہ درست ہے۔!"

"وجہ بتائی ہو گی۔!"

"نہیں.... میں اتنی بور ہو گئی ہوں کہ اب اُس سے کچھ نہیں پوچھتی۔!"

"یہاں پہلے بھی کبھی لایا ہے۔!"

"نہیں.... آج ہی آئی ہوں.... بور ہو رہی تھی کہ یہ دونوں مل گئے۔ دوسروں سے زیادہ صاف ستھرے نظر آئے تھے اس لئے اُن کے ساتھ ہوں۔!"

"اُس نے تمہیں موت کے منہ میں بھیجا ہے۔ آج وہ اور اُسکا کوئی ساتھی زندہ نہیں بچے گا۔!"

"کک.... کیا مطلب۔!" دفعتاً شیلا بہت زیادہ خوف زدہ نظر آنے لگی۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا۔!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔"میرے آدمی پوری طرح تیار ہیں۔ ملٹری تک سے نپٹ لیں گے۔!"

"اُوہ.... تو کیا خون خرابہ ہو گا۔!"

"بہت زیادہ۔!"

"خدا کے لئے مجھے کسی محفوظ مقام پر پہنچا دو.... اب میں تمہیں بالکل سچی بات بتائے دیتی ہوں۔!"

"جلدی کرو.... وقت کم ہے۔!" وہ گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔"اگر تم نے سچی بات بتا دی تو وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری حفاظت کی جائے گی۔!"

"وہ یہاں کہیں آس پاس ہی موجود ہے۔ اُس نے مجھے تمہارا حلیہ بتا کر کہا تھا کہ اگر تم یہاں موجود ہو تو میں تم سے مل بیٹھنے کی کوشش کروں اور پھر تمہیں تنہا اس مقام پر لے جاؤں جہاں چٹانوں کے دوشاخے کے درمیان لہریں جھاگ اڑاتی ہیں۔!"

"تم نے دیکھا۔!" شہزور چہک کر بولا۔ "وہ یہاں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔!"

"لیکن آج کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔!" شیلا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"کس کو پرواہ ہے۔!" اُس نے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔ "ابھی دیکھے لیتا ہوں۔"

"مم.... میں نہیں جاؤں گی.... میں نے اسی لئے تمہیں بتادیا ہے کہ اُس کے مشورے پر عمل نہ کرنا پڑے۔!"

وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ تین چار آدمی دھڑ دھڑاتے ہوئے چھت پر آپہنچے اپنے آدمیوں کے چلے جانے پر شہزور نے دروازہ بولٹ نہیں کیا تھا۔

"خبردار.... کوئی اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرے۔!"

"پولیس....!" کیپٹن فیاض نے ریوالور کا رخ اُس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن کس خوشی میں۔!"

"تم شہزور ہو....؟"

"یہ کیا چیز ہے۔!"

"تمہارا نام شہزور ہے....!"

"چہ خوب.... اب کیا پولیس لوگوں کے نام بھی بدلنے لگی ہے۔!"

ٹھیک اسی وقت فیاض کی نظر شیلا پر پڑی تھی اور وہ چونک پڑا تھا۔ اُسکا منہ حیرت سے کھلا اور بند ہو گیا۔

"یہ کون ہے۔؟" اس نے غیر ارادی طور پر سوال کیا۔

"میری بیٹی ہے! اُوہ.... بدمعاش معلوم ہوتے ہو تم.... ابھی مزہ چکھاتا ہوں.... شائد تم نے کرنل درانی کا نام نہیں سنا جو زندگی سے بیزار ہو کر ہپی بن گیا ہے.... لاؤ نکالو اپنا شناخت نامہ.... اگر پولیس سے تمہارا تعلق ہے۔!"

اتنے میں کچھ اور لوگ بھی وہاں پہنچ گئے.... ان میں ظفر اور جیمسن بھی شامل تھے۔

"ذرا دیکھنا تم لوگ....!" شہزور بہ آواز بلند بولا۔ "یہ بدمعاش خود کو پولیس والا ظاہر کر کے مجھے لوٹنا چاہتا ہے.... لیکن ریوالور نقلی ہی معلوم ہوتا ہے۔!"

"نہیں جناب عالی۔!" اچانک جیمسن نے کہا۔ "یہ محکمہ سراغ رسانی کے سپرنٹنڈنٹ کیپٹن

فیاض ہیں اور ریوالور نقلی نہیں ہے۔!"

"اوہ خبیث.... تم پھر آگئے۔!"

شیلا میز کے پاس سے ہٹ کر دیوار سے جا لگی تھی.... اور اب آہستہ آہستہ کھسکتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔!"

"تو تم شہزور نہیں ہو.....!" فیاض نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"معنوی اعتبار سے کہہ سکتے ہیں۔ لیکن میرا نام نہیں ہے! ہوٹل کا مالک دلاور خان میرے بیان کی تائید کرے گا کہ میں کرنل درانی ہوں۔!"

"آپ درست فرما رہے ہیں کرنل صاحب۔" دروازے کے قریب سے آواز آئی۔

"آگے جا کر بات کرو.....!" فیاض کے ساتھیوں میں سے ایک نے اُس کا بازو پکڑ کر دھکیلتے ہوئے کہا تھا.... اور وہ فیاض کے قریب پہنچ کر بولا۔ "میں دلاور ہوں اس ہوٹل کا مالک اگر آپ کا تعلق پولیس سے ہے تو آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ کرنل درانی ہیں۔!"

"اور اب میں ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کروں گا۔!"

"وہ لڑکی کہاں گئی۔!" فیاض چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔! اور شائد شہزور کو بھی پہلی بار احساس ہوا تھا کہ وہ کھسک گئی ہے۔

"ہٹ جاؤ بد بختو۔!" وہ دھاڑتا ہوا آگے بڑھا۔ "تم نے میری بچی کو خوف زدہ کر دیا۔!"

مجمع کائی کی طرح پھٹا تھا۔ اور جیمسن "ارے ارے ہی کرتا رہ گیا تھا اور شائد فیاض نے دل ہی دل میں عمران کو کوئی گندی سی گالی دی تھی۔

"ارے جناب کپتان صاحب وہ نکل گیا۔!" ظفر الملک بولا تھا۔

فیاض اُن دونوں کو جانتا تھا بار بار عمران کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔

"پتا نہیں کیا چکر ہے۔!" فیاض بولا "میں نیچے تم دونوں کی گفتگو ہی سُن کر اوپر آیا تھا۔ تم نے ذکر کیا تھا کسی لحیم شحیم ہپی کا۔!"

"آپ کہاں تھے۔!" ظفر نے پوچھا۔

"تمہارے قریب ہی.... وہ اُس کی بیٹی تھی۔!"

"کمال کر دیا وہ تو اُسے دھونسا تار رہا تھا۔" جیمسن بولا "بیٹی ویٹی نہیں تھی۔ ہمارے ساتھ تھی!"

"خدا غارت کرے۔" فیاض دروازے کی طرف جھپٹا!

وہ نیچے پہنچے لیکن شہزور اور اس کے دونوں ساتھیوں کا کہیں پتا نہ تھا۔

"جناب کپتان صاحب! اُس لڑکی نے اُسے اپنا نام شیلا بتایا تھا اور ہم سے کہہ رہی تھی کہ میں ہین کی روح ہوں۔!"

"اوہ.... وہ عمران کا بچہ....!" فیاض مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

"انہوں نے کیا کیا ہے جناب۔" جیمسن نے پوچھا۔

"تم لوگ یہاں کیوں آئے تھے۔؟"

"ہم روز ہی آتے ہیں! ہمارے ہی قبیلے کے لوگ یہاں پائے جاتے ہیں۔!"

"عمران نے نہیں بھیجا تھا۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!" ظفرالملک نے کہا۔

"چلئے باہر دیکھیں۔!" جیمسن نے کہا اور فیاض کچھ کہے بغیر اپنے آدمیوں کے ساتھ روازے کی طرف بڑھ گیا۔

"ٹھہرو۔!" ظفر جیمسن کا بازو پکڑ کر آہستہ سے بولا تھا۔ "آپ کون ہوتے ہیں تلاش کرنے الے۔ ہم سے صرف یہاں پہنچنے کو کہا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے اہم رول ادا کر چکے ہوں۔!"

"مجھے یقین ہے کہ جو کچھ بھی ہونے والا تھا... کیپٹن فیاض کی مداخلت کی وجہ سے نہیں ہو سکا۔" جیمسن نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔ "یعنی کھیل بگڑ گیا۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔!"

دفعتاً ایک آدمی اُن کے قریب آکھڑا ہوا تھا۔ جیمسن نے اُسے تیکھی نظروں سے دیکھا یہ تھا جس نے شہزور کے کرنل درانی ہونے کی تصدیق کی تھی یعنی ہوٹل کا مالک دلاور خان۔

"تم لوگوں نے کرنل کی بیٹی کو چھیڑ کر اچھا نہیں کیا۔!" اُس نے کہا۔

"ارے بھائی.... وہ خود ہی ہمارے پاس آئی تھی۔ شراب کی فرمائش کی تھی اور تمہارے ٹر نے ہمیں اوپر پہنچا دیا تھا۔!"

"اوپر.... کیوں؟" دلاور کے لہجے میں حیرت تھی۔!

"اُس نے کہا تھا کہ کھانے اور شراب کی سروس کھلی چھت پر ہوتی ہے۔!"

"کیا تم نشے میں ہو.... یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی.... ساری سروینز ڈائننگ ہال ہی میں ہوتی ہیں.... ذرا بتاؤ تو.... وہ آدمی کون تھا؟"

"تم بارٹنڈر سے تصدیق کر سکتے ہو کہ ویٹر ہی کے کہنے پر میں نے شیری کی بوتل کی قیمت کاؤنٹر پر ادا کی تھی۔ اُس نے کہا تھا کہ پوری بوتل اسی طرح مل سکتی ہے۔!"

"ایسا بھی کوئی طریقہ یہاں رائج نہیں ہے۔!"

"تو پھر اب وہ ویٹر بھی یہاں نہیں مل سکے گا۔!" ظفر الملک نے مایوسی سے کہا۔

اور یہی ہوا بھی.... دلاور نے اپنے آفس میں ملازموں کی شناختی پریڈ کرائی تھی۔ لیکن وہ ویٹر ان میں نہیں تھا۔



شیلا نے بڑی پھرتی سے زینے طے کئے تھے اور ڈائننگ ہال میں داخل ہونے سے پہلے ہی اس طرح اسکارف سر پر ڈال کر گردن سے لپٹا تھا کہ چہرے کا نچلا حصہ چھپ گیا تھا۔ ڈائننگ ہال سے گذر کر باہر نکلی چلی آئی۔

خاردار تاروں کے احاطے سے بھی نکل آئی تھی۔ اور اب اس طرف بڑھ رہی تھی جہاں چٹانوں کے درمیان گاڑی کھڑی کی تھی۔

سب کچھ عمران کی اسکیم کے مطابق ہوا تھا۔ لیکن وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ عین وقت پر اس قسم کا کوئی ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوگا۔

وہ تو شہزور کو باور ہی کرا چکی تھی کہ آخر میں اس نے جو کچھ کہا تھا سچائی پر مبنی تھا۔ اس کے بعد وہ یقینی طور پر باہر نکل کر ساحل کے اس حصے کی طرف جاتا جہاں کا حوالہ اس نے دیا تھا!

اسے یاد آیا کہ پولیس والا اسے دیکھ کر چونکا بھی تھا۔ لیکن عمران نے تو قطعی نہیں کہا تھا کہ وہاں پولیس بھی ہوگی۔

گاڑی کے قریب پہنچی ہی تھی کہ کسی نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ وہ اچھل پڑی.... اندھیرا ہونے کے باوجود بھی اس نے اپنے قریب کھڑے ہوئے لمبے چوڑے آدمی کو پہچان لیا۔ شہزور کے علاوہ

اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔!

"مم.... میں....!" شیلا منمنائی۔

"ڈرو نہیں... میں دشمن نہیں ہوں... تمہیں بیٹی کہہ چکا ہوں۔!" شہزور نرم لہجے میں بولا۔

"جی.... کہئے.... کیا بات ہے۔!"

"کیا اس نے پولیس کی مدد لی ہے....!"

"یقین کیجئے کہ اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں معلوم جتنا آپ کو بتا چکی ہوں۔!"

"تو اس وقت تم اس کے قبضے میں نہیں ہو۔ جدھر چاہو نکل جاؤ۔!"

"لیکن میں پولیس کے ڈر سے ایسا نہیں کر سکتی۔!"

"پولیس والا تمہیں یاسمین کی شکل میں دیکھ کر چونک پڑا تھا۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ پولیس یاسمین کی موت کی ذمہ داری مجھ پر کیوں ڈال رہی ہے۔!"

"اب تم میرے ساتھ چلو....!"

"آپ کہاں لے جائیں گے۔!"

"کسی محفوظ جگہ پر....!"

اچانک قریب ہی کہیں کسی کتے کی خوفناک غراہٹ سنائی دی۔ اور شہزور اچھل کر گاڑی کی اوٹ میں ہو گیا۔

کوئی کتا کسی پر جھپٹ پڑا تھا۔ اور اب وہ سچ مچ تھر تھر کانپنے لگی تھی۔

دفعتاً اس نے شہزور کی آواز سنی....!" ٹریچی.... ٹیک ہم.... کل....!"

لیکن وہ کسی عورت کی چیخ تھی۔ شیلا نے بوکھلا کر گاڑی میں گھسنے کی کوشش کی اور ٹھیک اسی وقت وہ کتا نہ جانے کدھر سے اچھل کر اس کے پیروں کے پاس آپڑا تھا۔ اتنا اندھیرا ابھی نہیں تھا کہ قریب کی چیزیں نہ دکھائی دیتیں.... کتے کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل رہی تھیں.... اور وہ دم توڑ رہا تھا۔

"ٹریچی.... ٹریچی....!" دوسری طرف سے شہزور کی آواز آئی۔

"اگر ٹریچی آپ کا کتا ہے.... تو یہ مر چکا ہے۔!"

"نہیں....!" اس کے حلق سے دہاڑ سی نکلی تھی اور وہ گاڑی کے اوپر سے چھلانگ لگا کر ادھر

آیا تھا۔ جدھر شیلا تھی۔

"کک.... کیسے مر گیا....!" وہ مردہ کتے کے قریب گھٹنے ٹیک کر اس پر جھکتا ہوا بولا۔"اوہ.... ٹریچی.... ٹریچی....!"

اس کی آواز بھرا گئی تھی.... پھر وہ سیدھا کھڑا ہو کر بولا"مگر وہ کسی عورت کی چیخ تھی۔ یہ کیسے مر گیا۔!"

"وہ بھوت ہے۔! کوئی مافوق الفطرت ہستی۔!" شیلا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"کس کی بات کر رہی ہو۔!"

"اسی کی جس کے قبضے میں ہوں....!"

"میں کہتا ہوں وہ کسی عورت کی چیخ تھی۔!"

"ہو سکتا ہے آپ کا کتا عورت کی طرح چیخا ہو.... اور کتے کی طرح وہ خود بھونکتا رہا ہو۔!"

"کیا بک رہی ہو۔!"

"یقین کیجئے وہ ایسا ہی ہے....! اگر مجھ سے شادی پر آمادہ ہو جائے تو میں دنیا کو ایک عجیب ترین نسل دے سکتی ہوں۔!"

"خبر دار جو بے شرمی کی باتیں کیں۔!" کسی طرف سے آواز آئی اور شہزور اچھل پڑا۔

پھر وہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا تھا کہ آواز کدھر سے آئی تھی۔

اچانک اس نے چیخ کر کہا۔"سامنے آؤ.... ذلیل بلیک میلر تم نے میرے کتے کو مار ڈالا ہے۔ تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!"

لیکن بدستور سناٹا چھایا رہا۔ پھر شیلا زور سے ہنس پڑی تھی۔

"خاموش رہو....!" شہزور غرایا۔"کیا اس گاڑی کی چابی تمہارے پاس ہے۔!"

"ہے تو....!"

"لاؤ.... مجھے دو....!"

"اور اگر میں انکار کر دوں تو۔!" شیلا نے کہا۔ ! عمران کی آواز سن لینے کے بعد وہ شیر ہو گئی تھی۔

"چابی لاؤ۔!" وہ گاڑی کی چھت پر ہاتھ مار کر بولا۔

"ہائیں.... ہائیں.... ڈنٹ پڑ جائے گا....!" آواز پھر آئی.... دفعتاً شہزور مڑا تھا اور آواز

کی جانب دوڑ لگادی تھی۔



عمران نے کھیل بگڑتے دیکھا تھا اور وہاں سے کھسک گیا تھا! لیکن رکنے کے لئے ایسی جگہ منتخب کی تھی جہاں سے چاروں طرف نظر رکھ سکتا۔ اس کے باوجود بھی اسے علم نہ ہو سکا کہ شہزور کس وقت ہوٹل کی حدود سے نکل گیا تھا۔ وہ تو شیلا دکھائی دی تھی اور وہ اس کے پیچھے چل پڑا تھا۔

اسے علم تھا کہ شیلا نے کہاں گاڑی کھڑی کی تھی.... وہ گاڑی ہی کی طرف جاتی دکھائی دی۔ اور پھر گاڑی کے قریب پہنچ کر وہ کسی سے گفتگو کرنے لگی تھی۔

عمران پیٹ کے بل رینگتا ہوا گاڑی کی طرف بڑھنے لگا کوشش کر رہا تھا کہ گاڑی کی دوسری طرف پہنچ جائے کہ اچانک کسی جانب سے ایک کتا غرا کر جھپٹ پڑا۔ پھر جتنی دیر میں عمران چاقو نکالتا۔ کسی نے کتے کو ہدایات بھی دینی شروع کر دیں۔ اور پھر اس نے کسی عورت کی سی چیخ حلق سے نکالی تھی۔ اور ہدایات کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ اور اتنی دیر میں وہ اس قابل ہو گیا کہ کتے کی آنتیں نکال باہر کرتا۔

فائر نہیں کرنا چاہتا تھا! شہزور پر.... یہی تاثر قائم رکھنا چاہتا تھا کہ وہ تنہا ہے۔ فائر کر دینے کی صورت میں فیاض اور اس کے ماتحت یقینی طور پر دوڑ پڑتے اور شائد پھر کھیل بگڑ جاتا۔ کیونکہ شہزور تو چھلاوہ تھا۔!

شیلا اور اس کی گفتگو ہی سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ شہزور کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔!

پھر اس نے دونوں کی گفتگو میں دخل اندازی کر کے اسے اس قدر تاؤ دلایا تھا کہ وہ آواز کی سمت دوڑ پڑا تھا۔

اور اب اسے جو کچھ بھی کرنا تھا اس کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ جیسے ہی شہزور قریب پہنچا اس نے لیٹے ہی لیٹے ٹانگ چلائی اور وہ اس پر سے قلابازی کھاتا ہوا دوسری طرف جا گرا۔

پھر عمران نے اسے دوبارہ اٹھنے کا موقع نہ دیا۔ بڑی پھرتی سے اس پر چھلانگ لگائی تھی اور دبوچ بیٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ کسی بچے کی طرح پرے جھٹک دیا گیا۔!

سر کے بل گرا ہوتا اگر حواس قائم نہ رکھتا۔

"خطرناک۔!" اس نے دل میں کہا اور باقاعدہ زور آزمائی کا ارادہ ترک کر کے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ وہ تو کسی ارنے بھینسے کی طرح طاقت ور بھی ثابت ہوا تھا۔!

"خبر دار.... ریوالور کا رخ تمہاری ہی طرف ہے۔!"

اُس نے ڈپٹ کر کہا اور شہزور کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔!

لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُس کا حقارت آمیز قہقہہ سنائی دیا تھا۔!

"چوٹٹے.... تو صرف چھ فائر کر سکے گا لیکن اُس کے بعد کیا ہوگا۔!"

"اُس کے بعد تم چھلنی کہلاؤ گے۔!" عمران بولا۔

"اُس کے بعد بھی میں تیری ہڈیاں توڑ رہا ہوں گا.... فائر کر کے دیکھ لے۔!"

"اچھا تو پھر دوسری صورت کیا ہو سکتی ہے۔؟"

"تو مجھے بلیک میل نہیں کر سکتا۔! میں تجھے مار ڈالوں گا۔!"

"بیو قوفی کی باتیں نہ کرو.... کیوں نہ ہم دوستوں کی طرح مل بیٹھیں۔ دراصل اب میں بھی بزنس کرنا چاہتا ہوں۔!"

"بزنس کرنا چاہتا ہے تو یہاں پولیس کی موجودگی کا کیا مطلب ہے۔؟"

"پولیس میری تلاش میں آئی تھی۔!"

"بکواس ہے۔ میرا نام پولیس تک تیرے ہی توسط سے پہنچا ہے.... وہ بھی محض اس لئے کہ میرے کئی خاص آدمی تیرے قبضے میں ہیں.... ورنہ چند افراد کے علاوہ اور کوئی بھی میرے نام سے واقف نہیں ہے۔ کیپٹن فیاض نے میرا نام لیا تھا۔!"

عمران نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گیا۔! فیاض کو اُس نے محض اس لئے یہاں بلایا تھا کہ یہ معاملہ سیکرٹ سروس سے متعلق نہیں تھا۔

"اُن لوگوں کے اپنے ذرائع ہوں گے۔!" اُس نے کہا۔

"میں تسلیم نہیں کر سکتا۔!"

"چلو.... تیسری صورت کیا ہو سکتی ہے۔!"

"صرف تیری موت۔!"

"دراصل تمہاری سمجھ میں نہیں آرہا کہ حقیقتاً کیا کرنا چاہئے۔ اس لئے میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ اس وقت گھر جاؤ اور صبح تک سوچ کر مجھے مطلع کر دینا۔!"

شہزور ہنس کر بولا۔ "مجھے چرانے چلا ہے لونڈے۔!"

"اتنے پڑھے لکھے ہو کر ایسی گھٹیا زبان استعمال کرتے ہو۔!"

"تیرا دماغ تو نہیں چل گیا.... اس سچویشن میں اخلاقیات کا درس دینے چلا ہے۔!"

"کیا مطلب؟"

"علامہ صاحب! میں صرف آپ کے چہرے کا خول اتار دینا چاہتا ہوں۔!" عمران نے کہا.... لیکن اپنی اس حماقت پر اُسے سچ مچ پچھتانا پڑا تھا۔

شہزور نے کچھ اتنے غیر متوقع طور پر چھلانگ لگائی تھی کہ اُسے فائر کرنے کا بھی موقع نہ مل سکا۔! ریوالور بھی ہاتھ سے نکل گیا اور پہاڑ تو آہی گرا تھا۔!

اور پھر اُس نے محسوس کیا کہ وہ اُس کا گلا گھونٹ دینے کی فکر میں ہے۔

ٹھیک اُسی وقت کسی گاڑی کے ہیڈ لیمپس کی روشنی اُن پر پڑی تھی۔

شہزور کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی....! پھر کئی فائر ہوئے تھے اور شہزور اچھل کر ساحل کی طرف بھاگا تھا۔!

غالباً فیاض ہی کی گاڑی تھی.... اور اس سے پھر حماقت سرزد ہوئی تھی۔

عمران اٹھ کر بے تحاشہ شہزور کے پیچھے دوڑا.... لیکن قبل اس کے کہ اُس تک پہنچ سکتا اُس نے پانی میں چھلانگ لگا دی! پھر عمران نے بھی قطعی غیر ارادی طور پر اس کی تقلید کی تھی۔

پانی ٹھہرا ہوا تھا! کیونکہ یہاں چاروں طرف چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔!

اور وہ قسمت کا سکندر ہی تھا کہ سیدھا پانی ہی میں گرا تھا۔ اگر دو ڈھائی گز کا بھی فرق پڑتا تو کھوپڑی کے درجنوں ٹکڑے ہو گئے ہوتے۔

شہزور کا آس پاس پتا نہیں تھا.... وہ بہ آہستی تیرتا ہوا قریبی چٹان تک پہنچ گیا۔!

ٹھیک اُسی وقت ایک فائر ہوا اور شعلہ سا اڑتا ہوا اس کے قریب سے گذر گیا۔!

اُس نے بڑی پھرتی سے غوطہ لگایا تھا۔!

سطح پر ابھرے بغیر اُسی طرف تیرنے لگا جدھر سے فائر ہوا تھا! ایک چٹان راہ میں حائل ہوئی

اور اُس نے سطح پر تھوڑا سا سر ابھارا۔

شہزور پھر ہاتھ سے نکلا جارہا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ وہ خشکی پر پہنچ چکا ہے.... اس گھماؤ پر ساحل ڈھلوان تھا۔ عمران بے آواز تیرتا ہوا اس جانب بڑھا۔ اتنی دیر میں شہزور اوپر پہنچ کر نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

وہ بھی بدقت اوپر پہنچا کیونکہ بھیگے ہوئے جوتے ڈھلان پر پھسل رہے تھے۔ اوپر پہنچ کر چاروں طرف نظر دوڑائی تھی اور ایک جگہ بیٹھ کر ہانپنے لگا تھا!

فیاض کا بھی کیا قصور ہے۔ اُس نے سوچا غلطی خود اُسی سے ہوئی تھی۔ بلایا تھا اُسے تو پوری بات بتا دیتا۔ فیاض جیسے لوگوں سے محض اتنا ہی کہہ دینا کافی نہیں تھا کہ ہوٹل میں قدم نہ رکھے۔ بھلا کیوں نہ رکھے؟

"جہنم میں جائے۔!" وہ سر ہلا کر بڑبڑایا۔ "پہچانا جا چکا ہے بچ کر کہاں جائے گا۔!"

بائیں بازو میں ایک جگہ ایسی تکلیف ہو رہی تھی جیسے جلتی ہوئی سلاخ کھال سے ہڈی تک اتر گئی ہو۔ شائد کتے کے دانت لگ گئے تھے۔ اور سمندر کے کھارے پانی نے زخموں پر مزید ستم ڈھایا تھا۔! اُس نے جیبیں ٹٹولیں۔ چاقو محفوظ تھا۔ ریوالور تو کھو ہی چکا تھا! چاقو کھول کر مٹھی میں دبایا۔ اور اٹھ کر تاروں کی چھاؤں میں پہنچا ہی تھا کہ عقب سے کسی کے چھینکنے کی آواز آئی.... جہاں تھا وہیں دھڑ سے زمین پر گر گیا اور تیزی سے آواز کی جانب کروٹ لی۔ نشیب کی ایک دراڑ سے کسی کا سر ابھرا تھا۔ پھر شانے دکھائی دیئے تھے۔

چاقو کے دستے پر عمران کی گرفت مضبوط ہو گئی تاریک اور قد آور ہیولی دراڑ سے برآمد ہو کر خود بھی عمران ہی کی طرح زمین پر گر گیا تھا.... لیکن عمران کی طرف آنے کی بجائے مغرب کی جانب رینگنے لگا۔

فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ عمران کسی سانپ کی طرح پلٹا تھا اور اس پر جا پڑا تھا۔

چاقو کا پھل اس کے بازو میں اترتا چلا گیا۔!

شاید اسی ہاتھ میں ریوالور بھی تھا۔ اضطراب ہی میں ٹریگر دب گیا تھا۔ فائر کی آواز سناٹے میں گونجی۔

ساتھ ہی پولیس والوں کی سیٹیاں بھی فضا میں چکرانے لگیں تھیں۔ غالباً فیاض نے مزید

آدمی طلب کر لئے تھے۔

شہزور غراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔! اور ایک بار پھر عمران نہتا ہو گیا تھا.... پتا نہیں چاقو شہزور کے بازو ہی میں پیوست رہ گیا تھا۔ یا وہیں کہیں گر گیا تھا۔

ویسے عمران نے محسوس کیا کہ شہزور بھی اب خالی ہاتھ ہی ہے۔

دونوں آپس میں گتھے ہوئے وحشیانہ انداز میں ایک دوسرے کو نوچتے کھسوٹتے رہے۔ اسی دوران میں اس کے بال عمران کے ہاتھوں میں آگئے اور اس نے زور جو لگایا تو ایسا معلوم ہوا جیسے وہ چہرے کی کھال سمیت اکھڑتے چلے آئے ہوں۔

اچانک پھر کسی گاڑی کی روشنی ان پر پڑی اور شہزور عمران کو اچھال پھینکنے کی کوشش میں خود ہی چاروں خانے چت گرا۔

گاڑی کی روشنی پوری طرح انہی دونوں پر پڑ رہی تھی۔ شہزور نے اٹھ بیٹھنا چاہا تھا کہ اچانک اس کا کھویا ہوا ریوالور ہاتھ آگیا۔

عمران پہلے ہی دیکھ چکا تھا اس لئے شہزور کو فائر کرنے کا موقع نہ مل سکا۔! اس نے بایاں پیر ریوالور والے ہاتھ پر رکھ دیا تھا اور داہنے سے ٹھوڑی پر ٹھوکر رسید کی تھی۔

ایک کریہہ سی آواز اس کے حلق سے برآمد ہوئی۔ اور دانت نکل پڑے۔

"خدا کی پناہ.... یہ تو علامہ ہے۔!" عقب سے فیاض کی آواز آئی۔

اب متعدد ٹارچوں کی روشنیاں ان پر پڑ رہی تھیں.... علامہ کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ پتا نہیں بن رہا تھا۔ یا سچ مچ بے ہوش ہو گیا تھا۔

"اور شہزور وہ رہا....!" عمران نے بالوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا تھا۔

شیلا بھی ان کے ساتھ تھی.... دوڑ کر عمران سے لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

علامہ کے ہاتھوں میں ہتھ کڑیاں ڈال دی گئی تھیں۔

"رونے دھونے سے کیا فائدہ....؟" عمران اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا "اب چل کر کوئی ایسا ڈاکٹر تلاش کرو جو کتے کے کاٹے کا ٹیکہ لگاتا ہو ورنہ میں تھوڑی دیر بعد تمہارے ہی قول کے مطابق بھونکنا شروع کر دوں گا۔!"

افق میں صبح کی سپیدی نمودار ہونے لگی تھی۔



دوپہر کو رحمٰن صاحب کے طلب کرنے پر وہ ان کے آفس پہنچا تھا۔ انہوں نے اطلاع دی کہ علامہ یا تو بن رہا ہے یا سچ مچ پاگل ہو گیا ہے! محکمے ہی کی حوالات میں اسے رکھا گیا تھا۔

فیاض کے ساتھ وہ حوالات کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اور فیاض کا یہ عالم تھا جیسے اس نے اور عمران نے ایک ہی کوکھ سے جنم لیا ہو۔

"عجیب چیز ہے یہ علامہ بھی....!" اس نے کہا۔ "بالکل کسی پانچ یا چھ سال کے بچے کی سی آواز میں چیختا رہتا ہے۔!"

عمران چلتے چلتے رک گیا۔ دفعتاً اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی تھی....!

"یقین کرو.... وہ علامہ کی پاٹ دار آواز نہیں ہے۔ کسی بچے کی آواز ہے۔!" فیاض نے کہا۔

عمران نے تیزی سے حوالات کی طرف قدم بڑھائے تھے۔ ذہن میں آندھیاں اٹھ رہی تھیں۔ اور پہلی بار احساس ہوا تھا کہ وہ کیا کر بیٹھا ہے اس دوران میں وہ صرف فیاض کی آواز سنتا رہا تھا۔ اس کا دھیان نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔

حوالات کے کٹہرے کے قریب پہنچ کر اس نے علامہ کو زمین پر اوندھے پڑے دیکھا۔ اس نے اسے آواز دی تھی۔

علامہ نے اسے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں شناسائی کی ہلکی سی جھلک بھی نہ دکھائی دی۔ ان میں ایسی ہی لاتعلقی پائی جاتی تھی جیسے کسی چوپائے نے آنکھ اٹھا کر انہیں دیکھ لیا ہو!

پھر اچانک وہ چیخنے لگا تھا۔ "ماں.... ماں.... بابا.... بابا.... میرے بابا....!"

آواز سچ مچ کسی پانچ یا چھ سال کے بچے کی سی تھی۔

"کمال کی آواز بدلتا ہے۔!" فیاض ہنس کر بولا۔ "شہزور اور اس کی اصل آواز میں کتنا فرق تھا۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کا تالو خشک ہوا جا رہا تھا حلق میں کانٹے سے پڑنے لگے تھے۔

علامہ پھر اسی انداز میں ماں اور بابا کو پکارنے لگا۔ پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔!

"چلو....!" عمران واپسی کے لئے مڑتا ہوا بولا۔

فیاض اسے حیرت سے دیکھتا ہوا اس کے پیچھے چلنے لگا باہر نکل کر عمران بولا تھا۔ "یہ بن نہیں... ذہنی طور پر ماضی میں لوٹ گیا ہے۔ بعض صدمے ایسے ہی ہوتے ہیں.... شائد اسی لئے مدہ تھا کہ ان میں سے آخری آدمی کا بھی خاتمہ کر دے۔ لیکن نہ کر سکا۔!"

"کہاں کی ہانک رہے ہو۔!"

"تم کچھ بھی نہیں جانتے۔!"

"کیا نہیں جانتا۔!"

"علامہ کی پچھلی زندگی کے بارے میں۔!"

"بہت زیادہ سنجیدہ ہو رہے ہو۔!"

"ہم سب درندے ہیں مائی ڈیئر فیاض....! سب کچھ سامنے آجائے گا۔ باقاعدہ پوری رپورٹ تیار کر کے تمہارے حوالے کر دوں گا۔ جسے عدالت میں پیش کر سکو گے۔ لیکن اس شخص کے لئے میرا دل رو رہا ہے.... کاش اس کے انتقامی جذبے نے انفرادی رنگ اختیار کرنے کی بجائے ایسی تحریکوں کا ساتھ دیا ہوتا جو ظلم اور جبر کے نظام کو مٹا دینے کے لئے کام کر رہی ہیں۔!"

"کہیں میں بے ہوش نہ ہو جاؤں۔ تمہیں سنجیدہ دیکھ کر....!" فیاض کھوکھلی سی ہنسی کے ساتھ بولا تھا۔

عمران کے ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔ اور وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔

فیاض وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔!

﴿تمام شد﴾